ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

شعبان المعظم : ۱۴۱۶ھ

جنوری : ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بقاءِ احرار

میری بات سن لو!

خواہ ساری دنیا مجھے چھوڑ جائے، مگر میں مجلسِ احرارِ اسلام کا علم بلند رکھوں گا۔ میں شہر چھوڑ کر جنگل میں چلا جاؤں گا اور وہاں ایک کٹیا بنا کر، اس پر سُرخ پرچم لہرا کر، سب کو دعوت دوں گا کہ..... یہ ہے مجلسِ احرار کا دفتر، جس کو آنا ہو یہاں میرے پاس آجائے۔ بقاءِ احرار مجھے اپنی جان سے بھی عزیز ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے، یہ سرخ ہلالی پرچم لہراتا رہے گا۔

جو عدوِّ باغ ہو برباد ہو
چاہے وہ گلچیں ہو یا صیاد ہو

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ
خطاب، شرکاءِ مجلسِ مشاورت
منعقدہ، ۱۹۴۶ء۔ اچھرہ، لاہور

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ ، جنوری ۱۹۹۶ء ، جلد ۷ . شمارہ ۱ قیمت ۱۲/ روپے

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر : سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسؤل : سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ٥ قمر الحسنین
شمس الاسلام بہلوی ٥ ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ٥ عبداللطیف خالد
خادم حسین سید خالد مسعود

زرتعاون سالانہ

اندرون ملک ۱۲۰/ روپے ٥ بیرون ملک ۱۰۰۰/ روپے پاکستانی

رابطہ

دارِ بنی ہاشم ، مہربان کالونی ، ملتان ۔ فون : ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوّت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر : سید محمد کفیل بخاری ، طابع : تشکیل احمد اختر ، مطبع : تشکیل نو پرنٹرز ، مقام اشاعت : دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
ردِ مرزایت:	مرزا قادیانی کے فرشتے	طاہر رزاق	۷
مقالہ خصوصی:	جمہوریت ایک فتنہ اور فراڈ	حکیم محمود احمد ظفر	۱۷
قلم برداشتہ:	ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے	سید عطاء المحسن بخاری	۲۲
تعزیت:	مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری کو علماء کا خراجِ تحسین	ادارہ	۲۴
سیرت وسوانح:	سرگزشتِ زندگی مولانا محمد اسحٰق سندیلوی	ادارہ	۲۶
تاریخِ احرار:	۲۹ دسمبر یومِ تاسیسِ احرار	پروفیسر خالد شبیر احمد	۳۱
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۳۳
ماضی کے جھروکے سے:	احرار اور تحریک تحفظ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء	محمد یعقوب اختر	۳۶
اخبار الاحرار:	کاروانِ احرار منزل بہ منزل	ادارہ	۴۰
حُسنِ انتخاب:	سینتالیسواں سالانہ جشنِ مرتضوی ط	ادارہ	۵۰
نقد نظر:	مولانا ابوریحان بنام ماسٹر محمد امین	مولانا ابوریحان	۵۱
تبصرہ کتب:	حسنِ انتقاد	سید محمد ذوالکفل	۵۷
ترحیم:	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۵۸
شاعری:	نعت	سید ابومعاویہ ابوذر بخاری	۶۰
" "	منقبتِ سیدنا معاویہؓ	محمد اظہر صدیقی دبیر	۶۲
" "	غزل: (ہاتف زعفرانی) غزلِ مسلسل	سید عطاء المحسن بخاری	۶۳
" "	نظم: لوٹا نامہ	نادر گوہلوی	۵۹

دل کی بات

۲۱ دسمبر کی شام پشاور صدر میں بم کا ایک زبردست دھماکہ ہوا جس کے نتیجہ میں ساٹھ سے زائد افراد ہلاک اور دو سو سے زائد زخمی ہوگئے۔ اسی شام فیصل آباد سے سانگلہ ہل جانے والی ایک مسافر بس میں بھی بم دھماکہ ہوا اور دو مسافر ہلاک جبکہ بیس زخمی ہوئے۔

۱۳ دسمبر کو بھکر میں بم دھماکہ ہوا، چھے افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ یہ سلسلہ اسلام آباد میں مصری سفارت خانے کے دھماکے سے شروع ہوا اور ملک کے دیگر شہروں میں تسلسل کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ حکومت نے پشاور کے دھماکہ کی ذمہ دار افغان حکومت کو قرار دیا اور افغان سفیر کو ناپسندیدہ قرار دے کر پاکستان چھوڑنے کا حکم صادر فرمادیا۔ ادھر افغان حکومت نے پاکستان پر افغانستان میں مداخلت کا الزام عائد کیا ہے۔ مصری سفارت خانہ کے دھماکے کی ذمہ داری مصر کی ایک اسلام پسند تنظیم نے قبول کرلی ہے۔ جو دھماکے اب ہورہے ہیں ان کا ذمہ دار کون ہے؟ الزام تراشیوں سے قطع نظر ہمیں حالیہ دہشت گردی کے اصل اسباب وعوامل تلاش کرنے چاہئیں۔

ہماری خارجہ پالیسی قومی اور وطنی امنگوں کی آئینہ دار نہیں۔ یہ حالات خود ہماری حکومتوں کے پیدا کردہ ہیں۔ اور عوام درمیان میں خوامخواہ پس رہے ہیں۔ خارجہ پالیسی کی کامیابی کا اسی سے اندازہ کرلیں کہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ تو ہمارے تعلقات کشیدہ ہورہے ہیں مگر سات سمندر پار امریکہ کی غلامی باعث فخر ہے۔ گزشتہ دنوں امریکہ بہادر نے کراچی کے حالات کو سدھارنے کے لئے حکومت پاکستان کو اپنی تجویز (حکم) دی تو وزیراعظم نے بڑے گرم لہجے میں اسے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ ہم اپنے معاملات میں خود مختار ہیں مگر دوسرے دن امریکہ نے بھی پاکستان کا احتجاج مسترد کردیا اور ہمارے حکمران پھر اسی تنخواہ پر کام میں مشغول ہوگئے۔

اس وقت پوری دنیا کا مسلمان مظلوم ہے اور یہود و نصاریٰ کے مظالم کا شکار ہے۔ انہی مظالم کے نتیجہ میں عالمی سطح پر مسلمانوں کا شعور بیدار ہورہا ہے۔ جو مسلمان، قرآن کریم کے اس ابدی فیصلہ پر یقین رکھتے ہیں کہ "یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں" وہ اس ابدی سچائی کا مشاہدہ بھی کررہے ہیں۔ یہی وہ مشاہدہ ہے جس نے امت مسلمہ میں فریضۂ جہاد کی ادائیگی کا جذبہ واحساس پھر بیدار کردیا ہے۔

امریکہ۔ اس وقت بلاشرکت غیرے دنیا کا تنہا "تھانیدار" ہے۔ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی حمایت اور امداد میں اپنے تمام وسائل صرف کررہا ہے۔ بدقسمتی سے اکثر اسلامی ممالک کے حکمران بھی اسی کے دلال، ایجنٹ، ذلہ خوار اور کمی ہیں۔ انہی کمی حکمرانوں کے ذریعہ اسلام کا نام لیکر اسلام کی جڑیں کاٹی جارہی ہیں۔ اور اسی عمل بد کا نام جمہوریت ہے۔

پاکستان...... اپنے مقصد قیام کے اعتبار سے دنیا کا منفرد ملک ہے اور اسی مقصد کو محو کرنے اور بھلانے کے لئے یہ سارے جتن ہورہے ہیں۔ افغانستان ہو یا مصر، الجزائر ہو یا ترکی، بوسنیا یا صومالیہ آپ دیکھ لیجئے کہ وہاں جمہوریت کیا گل کھلا رہی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے ہی ملک میں اپنے نظام کے نفاذ کی اجازت نہیں۔ افغانستان کا مسلمان جغرافیائی اور ثقافتی حوالے سے سخت جان ہے۔ اس لئے طاقتور مزاحمت کررہا ہے۔

دوسرے ممالک میں بھی ایک طویل عرصہ سے کفر کے اقتدار کے خلاف مزاحمت جاری ہے۔ جب تک مسلمانوں کو ان کا بنیادی حق نہیں مل جاتا یقیناً یہ مزاحمت ختم نہیں ہوگی۔

نہ تو افغانستان، پاکستان کے خلاف ہے اور نہ ہی پاکستان، افغانستان کے خلاف۔ دونوں ممالک اسلامی رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں۔ اصل میں ان دونوں ملکوں میں موجود یہودیوں اور عیسائیوں کے "ایجنٹ" انہیں آپس میں لڑا رہے ہیں۔ اپنے نواب زادہ نصراللہ خان صاحب کو ہی لے لیجئے، فرماتے ہیں "پاکستان کو افغانستان کے خلاف مسلح کارروائی کرنی چاہئیے" نواب صاحب نے یہ نہ سوچا کہ وہ جُنوں میں کیا کہہ رہے ہیں؟ اتنا ہی سوچ لیتے کہ وہ خود تو کشمیر کمیٹی کے چیئرمین ہیں مگر حملہ افغانستان پر کرنے کا مشورہ دے رہے۔ کشمیر کو آزاد کرانے کی بجائے افغانستان پر قبضہ کرنے کی راہ دکھا رہے ہیں۔ لیلائے اقتدار کے ساتھ شب باشی سے ان کے فکر و نظر کے سوتے بھی خشک ہوگئے ہیں۔

ع..... عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

حکومت نے پشاور بم دھماکہ کے ملزم کا سراغ ملنے کا دعویٰ کیا ہے اور اسے ایک افغان باشندہ بتایا ہے۔ اگر واقعی مبینہ دہشت گرد افغان باشندہ ہے تو اس کا یہ مطلب کیسے نکل آیا کہ دھماکہ افغان حکومت نے کرایا ہے۔ اگر الزامات کے درست ہونے کا سوال ہے تو پھر افغانستان کے الزام کو بھی درست ماننا پڑے گا۔ موجودہ حکومت ہمسایہ ملک افغانستان سے بگاڑ پیدا کرنے کی بجائے محبت کو فروغ دے۔ افغانستان بھارت سے برا نہیں۔

....

گرفتار فوجی افسروں کے خلاف مقدمۂ بغاوت کی سماعت

اخباری اطلاعات کے مطابق میجر جنرل ظہیرالاسلام عباسی اور دیگر گرفتار فوجی افسران کے خلاف مبینہ بغاوت کیس کی سماعت ۳۱ دسمبر ۹۵ء سے فوجی عدالت میں شروع ہو رہی ہے، پاک فوج کے گرفتار افسران کے بارے میں عام طور پر مشہور ہے کہ یہ دین دار، محب وطن اور باکردار فوجی افسر ہیں اور اخباری اطلاعات کے مطابق ان کے خلاف الزام یہ ہے کہ انہوں نے ملک میں "اسلامی نظام" کے نفاذ کے لئے سیاسی و فوجی قیادت کو قتل کر کے انقلاب لانے کا منصوبہ تیار کیا تھا، ان افسران کے خلاف قومی اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں اب تک بہت کچھ کہا گیا ہے لیکن انہیں اپنی صفائی دینے کے لئے ذرائع ابلاغ تک رسائی کا موقع نہیں دیا گیا جو انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے، اسی طرح ان کے خلاف مقدمہ بھی مبینہ طور پر بند کمرے کی عدالت میں چلایا جا رہا ہے جس سے ان افسروں کا موقف اور انصاف کے تقاضے بند کمرے کی چار دیواری میں گم ہو کر رہ جائیں گے اور ملک کی رائے عامہ کو عدالتی کارروائی کے بارے میں مطمئن کرنا ممکن نہیں ہوگا اس لئے صدر پاکستان اور چیف آف آرمی اسٹاف

سے ہمارا مطالبہ ہے کہ گرفتار فوجی افسران کو میڈیا کے ذریعے اپنا موقف قوم کے سامنے پیش کرنے کا حق دیا جائے اور ان کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے کئے جا سکیں۔

سپریم کورٹ کی طرف سے مقدمہ قتل میں ملوث پانچ قادیانیوں کے وارنٹ گرفتاری

سپریم کورٹ کے پٹیشن بینچ نے ساہیوال کے دو مسلمانوں کے مشہور مقدمہ قتل میں ملوث پانچ قادیانیوں کے وارنٹ گرفتاری جاری کردیئے ہیں۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو ساہیوال میں گیارہ قادیانیوں نے مجلس احرار اسلام کے رہنما قاری بشیر احمد حبیب اور تحریک طلباء اسلام کے رکن طالب علم اظہر رفیق کو گولیوں کی بوچھاڑ کر کے شہید کر دیا تھا۔ انہوں نے قادیانیوں کو منع کیا تھا کہ وہ اپنی عبادت گاہ پر کلمہ طیبہ نہ لکھیں اسلئے کہ کلمہ طیبہ اسلامی شعار ہے۔ جبکہ قادیانی، آئین پاکستان اور آئین شریعت کی رو سے کافر ہیں۔ علاوہ ازیں ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت بھی قادیانی کسی اسلامی اصطلاح کو اپنی شناخت کے لئے استعمال نہیں کرسکتے۔ یہ مقدمہ قتل خصوصی فوجی عدالت میں سماعت ہوا اور ملزم الیاس منیر اور نعیم الدین کو سزاء موت جبکہ محمد دین، حاذق رفیق، اور نثار وغیرہ کو عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی۔ ملزموں نے اس سزا کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا۔ ان کا موقف تھا کہ مارشل لاء کے تحت دی جانے والی سزائیں غیر قانونی ہیں اس لئے ان کو ختم کیا جائے۔ لاہور ہائی کورٹ نے یہ درخواست منظور کرنے کے بعد ملزموں کو بری کر دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف مجلس احرار اسلام نے عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کی اور پٹیشن بینچ نے اپیل منظور کرتے ہوئے دوبارہ ملزموں کے وارنٹ گرفتار جاری کردیئے ہیں۔

اس وقت مقدمہ عدالت میں ہے اور ہم انصاف کے طلبگار ہیں۔ قادیانیوں نے جس ظلم اور سفاکی کا مظاہرہ کیا اسکی سزا انہیں ضرور ملے گی۔ ہم اللہ کی بارگاہ میں دعاء کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے قاتلوں کو انکے انجام تک پہنچائے۔ اپنے قارئین کے وساطت سے تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس مقدمہ کی کامیابی اور قاتلوں کی سزایابی کے لئے خاص طور پر دعاء فرمائیں۔

"پاکستان کی سلامتی......؟"

روزنامہ "نوائے وقت" نے "یوم قائد و کرسمس" پر اپنے اداریہ میں موجودہ ملکی صورتحال کی جو تصویر کشی کی ہے۔ ہم نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اپنے ادارتی صفحات پر اسے نقل کرنا مناسب سمجھا ہے۔ یہ تحریک پاکستان کے سب سے بڑے حامی اخبار کا تجزیہ ہے دیکھیئے قائد کے جانشینوں نے قائد کے خوابوں کو کیسے شرمندہ تعبیر کیا ہے (ادارہ)

آج قائد کے جشن ولادت کے موقع پر ملک کی حکمران پارٹی اور سب سے بڑی اپوزیشن اس قابل نہیں ہیں کہ مزار قائد پر شایان شان جلسہ بھی کر سکیں۔ حکومت اپنا اعلان شدہ جلسہ منسوخ کر چکی ہے کیونکہ سیکورٹی اداروں نے وزیراعظم کو اس میں شرکت کی کلئیرنس نہیں دی۔ گذشتہ برس مزار قائد کے احاطے میں گورنر سندھ پر راکٹ پھینکا گیا تھا۔ امن و امان کے لحاظ سے صرف کراچی کے حالات ہی بدتر نہیں ہیں، آج پورا ملک دھماکوں سے لرز رہا ہے۔ دارالحکومت اسلام آباد میں مصری سفارت خانہ بم دھماکہ سے تباہ کر دیا گیا ہے اور چند روز پیشتر پشاور کے مصروف ترین بازار میں بم دھماکے سے پچاس سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ ہمارے صدر محترم زبانی کلامی تو اعلان کر رہے ہیں کہ دہشت گردوں کو عبرتناک سزا دیں گے، وزیراعظم بھی اپنے اس عزم کا اعادہ کر رہی ہیں کہ تخریب کاروں کے عزائم خاک میں ملا دیں گے اور قائداعظم کے پیروکار حیران و پریشان ہیں کہ ان کے حکمران اپنے اعلانات کی لاج کب رکھیں گے اور اپنی اوّلین آئینی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے ملک کو امن کا گہوارہ کب بنائیں گے۔ لاء اینڈ آرڈر کے بگاڑ کی وجہ سے ملک کی اقتصادیات مفلوج ہو چکی ہے۔ چار ہزار کے قریب صنعتی یونٹ بند پڑے ہیں، کاروباری طبقہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ سٹاک مارکیٹ کے کریش ہونے کی نوبت آ رہی ہے، بنکوں کے اکاؤنٹ خالی ہو رہے ہیں، مہنگائی نے لوگوں کی زندگی اجیرن بنا دی ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے تعلیم یافتہ نوجوان تنگ مارے مارے پھرتے ہیں، کوئی پرسان حال نہیں۔ کرپشن، خورد برد، بدعنوانی، بددیانتی، قرضے خوری ہمارے قومی کردار کا لازمی جزو بن گئی ہیں۔ قومی معاملات کی طرف دھیان دینے کی کسی کو فرصت نہیں۔ نفسانفسی اور آپا دھاپی کا عالم ہے۔ قومی پیداوار بتدریج کم ہو رہی ہے۔ زرعی اجناس کے لئے ہم ہمسایہ ملک بھارت کے محتاج بنا دیئے گئے ہیں اور اس تجارت سے کمائے ہوئے قیمتی زرمبادلہ کو ہمارا دشمن اسلحہ اندوزی پر صرف کر رہا ہے اور کشمیر میں بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے اور ہماری مسلمان ماؤں، بیٹیوں کی اجتماعی آبروریزی کی جا رہی ہے۔ ہمارے ہاں ایسے دانشور پیدا ہو گئے ہیں جو ہمیں بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کا مشورہ دے رہے ہیں جو کہ کشمیر میں بہنے والے خون کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

قومی انتشار نے ہمیں کمزور کر کے رکھ دیا ہے اور بیرونی طاقتیں ہمارے اوپر اپنا دباؤ بڑھائے چلی جا رہی ہیں۔ ہمارے دفاع کے لئے ناگزیر ایٹمی پروگرام سے محروم کرنے کے لئے عالمی سطح پر سازشیں شروع ہیں اور بھارتی، اسرائیلی، امریکی لابی اس ضمن میں متحرک ہو گئی ہے۔ ہم ایک قوم کے بجائے مختلف قومیتوں کے خانوں میں بٹ چکے ہیں۔ لسانی، نسلی، گروہی، علاقائی تعصبات نے ہمیں قوموں کی برادری میں بے آبرو کر دیا ہے۔ دنیا تیزی سے اکیسویں صدی میں داخل ہونے کی تیاری کر رہی ہے اور ہم رجعت قہقریٰ کا شکار ہیں۔ (نوائے وقت، ۲۵ دسمبر ۱۹۹۵ء)

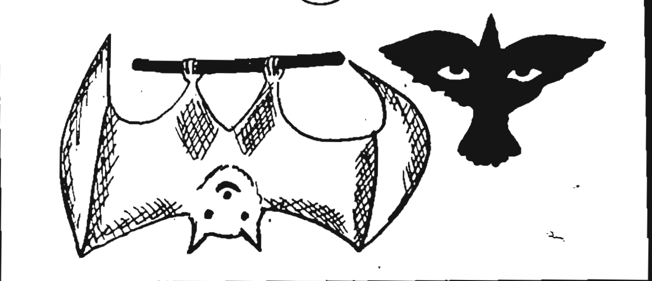

مرزا قادیانی کے فرشتے

محمد طاہر رزاق۔ لاہور

★ جب شیطانی چیلوں نے فرشتوں کا روپ دھارا
★ جب شیطان خود خدا بن بیٹھا
★ جب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوّت کیا
★ جب ٹیچی ٹیچی، مٹھن لال وغیرہ قادیانی فضاؤں میں منڈلاتے پھرتے تھے
★ ابلیس، ابلیسی فرشتوں، ابلیسی نبی اور ابلیسی نبوّت کی اندرونِ خانہ کہانی، جس کا دامن دلائل اور حقائق سے مالامال ہے

فرشتے اللہ پاک کی نورانی مخلوق ہیں جو ہر قسم کی برائی و آلائش سے پاک ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی دنیا میں چار فرشتے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام (۲) حضرت عزرائیل علیہ السلام
(۳) حضرت میکائیل علیہ السلام (۴) حضرت اسرافیل علیہ السلام

حضرت جبرائیل علیہ السلام: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتہ وحی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء کو اللہ کا پیغام آپ کے ذریعہ ہی پہنچتا رہا۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام: اللہ پاک کے حکم سے ہر جاندار کی روح قبض کرنا آپ کے ذمہ ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام: بارشوں' ہواؤں وغیرہ کا نظام آپ کے سپرد ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام: اللہ کے حکم سے آپ اپنے منہ میں صور لیے کھڑے ہیں۔ جونہی رب ذوالجلال کا حکم ہو گا آپ یہ صور پھونک دیں گے۔ جس سے یہ نظام ہستی درہم برہم ہو جائے گا اور قیامت بپا ہو جائے گی۔

ان چار بڑے فرشتان کے علاوہ ان گنت دیگر فرشتے اپنی اپنی ڈیوٹیاں ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ کچھ فرشتے قیام کی حالت میں ہیں' کچھ رکوع' کچھ سجود اور کچھ تشہد کی حالت میں ہیں۔ کچھ فرشتوں کے ذمہ صرف تسبیح و تہلیل ہے' کچھ فرشتوں کے ذمہ اللہ پاک کا تخت اٹھانے کی ڈیوٹی ہے' کچھ فرشتے انسانوں کی نیکیاں اور برائیاں لکھنے پر مامور ہیں' کچھ فرشتے قبر میں حساب و کتاب پر مقرر ہیں۔ کچھ فرشتے جنت میں اور کچھ فرشتے جہنم پہ تعینات ہیں۔ فرشتوں کے دیگر کئی فرائض کے علاوہ ایک انتہائی اہم فرض یہ بھی ہے کہ روزانہ صبح و شام ستر ستر ہزار فرشتے تاجدار ختم نبوت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر درود و سلام پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور جس فرشتہ کی ایک دفعہ باری آ جائے دوبارہ قیامت تک اس کی باری نہیں آئے گی۔

میں نے یہ مختصر سا تذکرہ سچے خدا' سچے دین اور سچی نبوت کے فرشتوں کے بارے میں کیا ہے لیکن ہندوستان کی سرزمین سے ایک جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی اٹھا۔ اس نے اعلان کیا کہ خدا نے اس کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور خدا اس کی طرف فرشتوں کے ذریعے وحی کرتا ہے۔ اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے رہتے ہیں اور مختلف معاملات میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس نے اپنی کتابوں میں اپنے کئی فرشتوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

لیکن حرص کے بندے اور عقل کے اندھے مرزا قادیانی کو کیا معلوم تھا کہ جسے وہ خدا سمجھتا ہے وہ شیطان ہے اور جنہیں وہ فرشتے سمجھتا ہے وہ شیطان کے چیلے ہیں اور جسے وہ وحی کہتا ہے وہ شیطانی پیغام ہے' جو شیطان اپنے چیلوں کے ذریعے اس تک پہنچاتا ہے۔ اب ملاحظہ فرمایئے مرزا قادیانی کے چند فرشتوں کے "اسمائے گرامی"!

○ "ایک دفعہ میں نے فرشتوں کو انسان کی شکل پر دیکھا۔ یاد نہیں کہ دو تھے یا تین۔ آپس میں باتیں کرتے تھے اور مجھے کہتے تھے کہ تو کیوں اس قدر مشقت اٹھاتا ہے اندیشہ ہے کہ بیمار نہ ہو جائے"۔ (تذکرہ ص ۴۳)

جی ہاں خیال تو کرنا ہی تھا اس وقت پوری دنیا میں شیطان کے پاس فقط یہی تو ایک جھوٹا نبی تھا اور قیمتی چیز کی حفاظت تو کرنی چاہیے نا! (ناقل)

○ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو فرمایا' ایک دفعہ مجھے ایک فرشتہ آٹھ یا دس سالہ لڑکے کی شکل پر نظر آیا۔ اس نے بڑے فصیح اور بلیغ الفاظ میں کہا کہ "خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا"۔ (تذکرہ ص ۴۴۸)

واقعی ٹٹی خانہ میں مر کر ہر مراد پوری ہو گئی۔ (ناقل)

○ صوفی نبی بخش صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' "بڑے مرزا صاحب پر ایک مقدمہ تھا۔ میں نے دعا کی تو ایک فرشتہ مجھے خواب میں ملا جو چھوٹے لڑکے کی شکل میں تھا۔ میں نے پوچھا' تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگا میرا نام حفیظ ہے۔ پھر وہ مقدمہ رفع دفع ہو گیا"۔ (تذکرہ ص ۷۵۷)

فرشتہ تو چھوٹا سا تھا لیکن کام بہت بڑا کر گیا۔ (ناقل)

○ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' "اس مینار کے سامنے دو فرشتے میرے سامنے آئے جن کے پاس دو شیریں روٹیاں تھیں اور وہ روٹیاں انہوں نے مجھے دیں اور کہا کہ ایک تمہارے لیے ہے اور دوسری تمہارے مریدوں کے لیے ہے"۔ (تذکرہ ص ۷۹۷)

روٹی اور پیٹ کے لیے تو دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اس لیے فرشتے بھی روٹیوں والے ہی نظر آتے تھے اور وہ بھی میٹھی! (ناقل)

○ "ایک فرشتہ میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا۔ صورت اس کی مثل انگریزوں کی تھی اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا' آپ بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اس نے کہا میں روشنی ہوں"۔ (تذکرہ ص ۳۱)

*نبوت بھی تو انگریز نے دی تھی اس لیے شیطان بھی انگریز کی شکل میں آ گیا ہو گا (ناقل)

○ "تین فرشتے آسمان سے آئے اور ایک کا نام خیراتی تھا"۔ (تریاق القلوب' ص ۱۴۲)

نبی بھی تو ساری زندگی جھولی پھیلا کر انگریز سے خیرات مانگتا رہا' اس لیے فرشتہ بھی خیراتی نصیب ہوا۔ (ناقل)

○ "خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مکھن لال نام جو کسی زمانہ میں بٹالہ میں اسسٹنٹ تھا' کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اردگرد اس کے عملہ کے لوگ ہیں۔ میں نے جا کر کاغذ

اس کو دیا اور یہ کہا کہ یہ میرا پرانا دوست ہے اس پر دستخط کر دو۔ اس نے بلا تامل اس پر دستخط کر دیے۔ یہ جو مٹھن لال دیکھا گیا ہے' مٹھن لال سے مراد ایک فرشتہ ہے"۔ (تذکرہ ص ۵۱۵)

پہلی دفعہ انکشاف ہوا ہے کہ فرشتے ہندو بھی ہوتے ہیں۔ (ناقل)

○ "میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے"۔

شیطان' مسلمان کے روپ میں۔ (ناقل)

○ "میں نے کشف میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جا رہے ہیں۔ تب میں نے اس کو خلوت میں لے جا کر کہا کہ لوگ پھرتے جا رہے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے۔ تو اس نے کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔ (انوار السلام' ص ۵۲)

ابلیس تمہیں چھوڑ کے کہاں جا سکتا تھا۔ سارا منصوبہ خراب کرنا تھا اس نے اپنا! (ناقل)

○ "رویا۔ دیکھا کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب دو فرشتے اور ظاہر ہوگئے اور تین کرسیاں معلوم ہوئیں اور تینوں پر وہ تین فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا۔ جس کی تیز آواز سنائی دیتی تھی۔ ان کے اس طرز کے لکھنے میں ایک رعب تھا۔ میں پاس کھڑا ہوں (کہ بیداری ہوگئی)" (تذکرہ ص ۵۴۲)

کالا فرشتہ! قادیانی نبوت کا نیا انکشاف۔ اے! کالے لباس والا بڑا شیطان تھا اور بعد میں آنے والے چھوٹے شیطان تھے۔ بے وقوف کہیں کے! (ناقل)

○ "کچھ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ مجھ کو خواب آیا تھا کہ ایک جگہ میں بیٹھا ہوں۔ یک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ غیب سے کسی قدر روپیہ میرے سامنے موجود ہوگیا ہے۔ میں حیران ہوا کہ کہاں سے آیا۔ آخر میری یہ رائے ٹھہری کہ خدا تعالیٰ کے فرشتہ نے ہماری حاجات کے لیے یہاں رکھ دیا ہے۔ پھر ساتھ الہام ہوا کہ انی مرسل الیکم ھدیۃ کہ میں تمہاری طرف ہدیہ بھیجتا ہوں۔ اور ساتھ ہی میرے دل میں پڑا کہ اس کی یہی تعبیر ہے کہ ہمارے مخلص دوست حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اس فرشتہ کے رنگ میں متمثل کیے گئے ہوں گے اور غالباً وہ روپیہ بھیجیں گے اور میں نے اس خواب کو عربی زبان میں اپنی کتاب میں لکھ لیا۔ چنانچہ کل اس کی تصدیق

ہوگئی۔ الحمدللہ یہ قبولیت کی نشانی ہے کہ مولیٰ کریم نے خواب اور الہام سے تصدیق فرمائی"۔
(تذکرہ ص۳۴۹)

شیطانی تحفہ مبارک ہو۔ (ناقل)

○ "عرصہ قریباً پچیس برس کا گزرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رویا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں۔ اتنے میں میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔ چنانچہ میں نے ان کی طرف کھسکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ چارپائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہوگئے۔ جن میں سے ایک کا نام خیراتی تھا۔ وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے ان سب سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو۔ تب میں نے یہ دعا کی۔ **رب اذهب عنی الرجس وطهرنی تطهیرا** اس دعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اڑ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔
(تذکرہ ص۲۹)

سارے شیاطین زمین پر اور سپر شیطان "مرزا قادیانی" چارپائی پر۔ کیسا ہے؟

شیطان اس کو دیکھ کے کہتا تھا رشک سے
بازی یہ مجھ سے لے گیا تقدیر دیکھئے (ناقل)

○ "کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا' اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر وہ شخص غائب ہوگیا اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہوگیا"۔ (تذکرہ ص۳۱)

اگر کوئی تھوڑی بہت انسانیت کی رمق تھی وہ شیطان نے اکیٹر کر باہر پھینک دی اور پھر ہر جگہ کوٹ کوٹ کر شیطنت بھر دی۔ خوب اپریشن کیا شیطان نے' لیکن آنکھیں پھر بھی ٹھیک نہ ہوئیں۔ (ناقل)

○ "وہ رات جس کے بعد جمعہ ۳ر مارچ ۱۹۰۵ء ہے۔ ایک بجنے کے بعد پینتیس منٹ

اس رات میں نے خواب دیکھا کہ کچھ روپیہ کی کمی اور سخت مشکلات پیش ہیں اور بہت فکر دامن گیر ہے۔ میں کسی کو کہتا ہوں کہ ایک کاغذ بناؤ جس میں لکھا ہو کہ جمع یہ تھا اور خرچ یہ ہوا۔ کوئی میری بات کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور سامنے ایک شخص کچھ حساب کے کاغذات لکھ رہا ہے۔ میں نے شناخت کیا کہ یہ تو کچھی داس جمع خرچ نویس ہے جو کسی زمانہ میں خزانہ سیالکوٹ میں اسی عہدہ پر نوکر تھا۔ میں نے اس کو بلانا چاہا' وہ بھی نہ آیا۔ لاپرواہ رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ روپیہ کی بہت کمی ہے۔ کسی طرح بات نہیں بنتی' اسی اثناء میں ایک صالح مرد سادہ طبع سادہ پوش آیا۔ اس نے اپنی بھری ہوئی مٹھی روپیہ کی میری جھولی میں ڈال دی اور ایسے جلدی چلا گیا کہ میں اس کا نام بھی نہیں پوچھ سکا مگر پھر بھی روپیہ کی کمی رہی۔ پھر ایک اور صالح مرد آیا جو محض نورانی شکل سادہ طبع کوٹلہ کے ایک صوفی کی شکل کے مشابہ تھا' جس کا نام غالباً کرم الٰہی یا فضل الٰہی ہے جس نے کرتہ بیچ کر ہمیں روپیہ دیا تھا۔ صورت انسان کی ہے مگر علیحدہ خلقت کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ سے روپیہ بھر کر میری جھولی میں وہ روپیہ ڈال دیا۔ اور وہ بہت سا روپیہ ہوگیا۔ میں نے پوچھا' آپ کا نام کیا۔ اس نے کہا نام کیا ہوتا ہے۔ نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا۔ کچھ بتلاؤ نام کیا ہے۔ اس نے کہا ٹیچی اور میں اس وقت چشم پر آب ہوگیا کہ ہماری جماعت میں ایسے بھی ہیں جو اس قدر روپیہ دیتے' اور نام نہیں بتلاتے اور ساتھ ہی کہتا ہوں کہ یہ تو آدمی نہیں ہے یہ تو فرشتہ ہے۔ اور جب بہت سے مال کا نظارہ میرے سامنے آیا' میں نے کہا میں اس میں سے منظور محمد کی بیوی کو دوں گا کہ وہ حاجت مند ہے اور جب میں نے یہ خواب دیکھا اس وقت رات کا ایک بج کر اس پر پینتیس منٹ زیادہ گزر چکے تھے"۔

مرزا قادیانی کہتا تھا کہ اس کا نام "ٹیچی" اس لیے ہے کہ میرا یہ فرشتہ ٹچ کرکے آتا ہے اور ٹچ کرکے جاتا ہے۔ گویا یہ اپنے وقت میں مرزا قادیانی کا F-16 طیارہ تھا۔

محترم قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا قادیانی کے فرشتے اس کے پاس احکام شریعت لے کر نہیں آتے' اس کے لیے کسی جہاد یا مہم پر روانہ ہونے کا پیغام لے کر نہیں آتے بلکہ وہ کہیں اس کی جھولی میں روپے ڈال رہے ہیں' کہیں اس کے پاس مقدمہ جیتنے کا پیغام لا رہے ہیں' کہیں اس کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے اسے اپنی مدد کا وعدہ دیتے ہوئے اسے جھوٹی نبوت پر پکا کر رہے ہیں اور کہیں اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے میز کرسی لگائے کسی انگریز کے روپ میں بیٹھے دکھائی دے رہے ہیں۔

یہ سارا دھندہ شیطان کا پھیلایا ہوا جال تھا جس میں اس نے مرزا قادیانی کو بری طرح پھنسا رکھا تھا اور اس جال میں پھنسا ہوا مرزا قادیانی خود کو نبی اور شیطان کو خدا کہتا رہا اور شیطانی باتوں کو اللہ سے منسوب کرتا رہا۔

شیطان مردود جو دجل و فریب کے ہزاروں ہتھیاروں سے مسلح ہے۔ وہ بڑے بڑے اولیائے کرام کے ایمان لوٹنے کے لیے ان پر حملہ آور ہوا ہے اور اس کے خطرناک حملوں سے فقط وہی بچا ہے جس کے شامل حال اللہ کا فضل رہا ہے۔ یہی شیطان مردود جب مرزا قادیانی پر حملہ آور ہوا تو اسے پہلے ہی حملے میں یوں چیر پھاڑ کر رکھ دیا جس طرح جنگلی بلا چوہے کو چیر پھاڑ دیتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک رات ایسا نور دیکھا جس نے عالم کو منور کر دیا۔ اچانک اس نور میں سے ایک نورانی شکل نمودار ہوئی جس نے آواز دی' اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں۔ میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ میں نے تیری ساری عبادات قبول کیں۔ آئندہ عبادت معاف اور تیرے لیے سب کچھ حلال کیا' اب تو جو چاہے وہ فعل اختیار کر۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ حکم تو انبیاء کو نہ ہوا' میں بھلا کون؟ جس پر سے ہر پابندی دور کی جا رہی ہے۔ معاً میں نے نور فراست سے سمجھا کہ یہ شیطانی اغوا ہے۔ میں نے پڑھا "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" اور کہا' اے ملعون! دور ہو کیا بکتا ہے۔ اچانک وہ نور سخت اندھیرے میں بدل گیا اور پھر آواز آئی' اے عبدالقادر تو اپنے علم کی بدولت بچ گیا ورنہ اس سے پیشتر میں بہت سوں کو پھانس چکا ہوں۔ میں نے کہا' اے کم بخت! میں اپنے علم سے نہیں' اپنے رب کے فضل سے بچا۔ تو مجھے یہاں بھی دھوکا دیتا ہے کہ مجھے اپنے علم پر گھمنڈ پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد شیطان وہاں سے بھاگ گیا۔

لیکن شیطان نے اپنا یہی حربہ جب حرص کے بندے مرزا قادیانی پر استعمال کیا تو وہ اسے یوں دبوچ کر لے گیا جس طرح باز چڑیا کو دبوچ کر لے جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ" کے صفحہ ۵۶۰ پر تحریر درج کیا کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے۔

اعمل ما شئت فانی (اے مرزا تو جو چاہے سو کر لیا کر)

قد غفرت لک (کیونکہ میں نے تجھے بخش دیا ہے)

اب ایک دوسرا واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ کچھ اہل اللہ مشاہدہ حق کے سلسلہ میں مصروف گفتگو تھے۔ آخر میں ایک صاحب ابو محمد خفاف بولے' آپ حضرات کی جس قدر گفتگو تھی وہ حد علم میں تھی۔ لیکن مشاہدہ

کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب اٹھ کر اللہ تعالیٰ کا معائنہ ہو جائے۔ حاضرین نے حیرت سے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے؟ تو انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ یک بیک حجاب اٹھ گیا اور میں نے دیکھا کہ عرش پر حق تعالیٰ جلوہ افروز ہے۔ میں دیکھتے ہی سجدے میں جا پڑا اور عرض کی کہ "الٰہی! تو نے اپنی رحمت کے کس بلند درجہ پر پہنچا دیا ہے"۔

واقعہ سن کر مجلس میں سے ایک بزرگ جساس اٹھے اور ابو محمد خفاف سے کہا کہ چلئے ایک بزرگ سے آپ کی ملاقات کرا دوں۔ وہ ان کو شیخ ابن سعدان کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ ان صاحب کو شیطان کے تخت والی حدیث سنا دیجئے۔ شیخ نے بہ سند متصل وہ روایت سنائی۔

سید العرب و العجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "آسمان اور زمین کے درمیان شیطان کا ایک تخت ہے۔ جب کسی انسان کو فتنے میں ڈالنا اور گمراہ کرنا چاہتا ہے تو وہ تخت دکھا کر اپنی طرف مائل کرتا ہے"۔ (منقول از آئینہ تلبیس) ابو محمد خفاف کہنے لگے کہ ذرا ایک دفعہ پھر سنائیے۔ انہوں نے حدیث پاک دوبارہ سنائی۔ ابو محمد خفاف زار و قطار رونے لگے اور دیوانہ وار اٹھ کر بھاگے۔ کئی روز کے بعد ملاقات ہوئی تو بتایا کہ ان نمازوں کے اعادہ میں مشغول تھے جو ابلیس کے مشاہدہ کے بعد سے اس کو خدا سمجھ کر پڑھی تھیں۔ طالب حق تھے اپنی غلطی تسلیم کر لی لیکن شیطان نے جب یہی حملہ مرزا قادیانی پر کیا تو وہ بالکل کامیاب ٹھہرا اور مرزا قادیانی نے اس کیفیت کو بڑے اعزاز کے ساتھ یوں لکھا۔

"امام الزماں کی چھٹی علامت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور وہ اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھہ کر رہا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو نظر نہیں آتی۔ پس میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے وہ امام الزماں میں ہوں"۔ (ضرورۃ الامام' ص ۲۳' مصنفہ مرزا قادیانی)

اور سنئے!

"پھر ایک بار دیکھا کہ کچہری میں گیا ہوں تو اللہ تعالیٰ ایک حاکم کی صورت پر عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ایک سررشتہ دار کے ہاتھ میں ایک مثل ہے جو وہ پیش کرتا ہے۔ حاکم نے مثل دیکھ کر کہا کہ مرزا حاضر ہے۔ تو میں نے غور سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک خالی کرسی پڑی ہے۔ مجھے اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر میں بیدار ہوگیا"۔ (تذکرہ' ص ۲۹)

مزید سنئے!

"میں نے ایک دفعہ کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثیل کے طور پر دیکھا۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا"

"جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"۔ (تذکرہ' ص ۷۱۴)

اور مزید سنئے!

"حضور نے فرمایا مجھے خدا اس طرح مخاطب کرتا ہے اور مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ اگر میں ان میں سے کچھ تھوڑا سا بھی ظاہر کروں تو یہ جتنے معتقد نظر آتے ہیں' سب پھر جاویں"۔ (سیرت المہدی' ص ۲۶۷' حصہ اول' مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

شیطان مرزا قادیانی کیساتھ کیا گفتگو کرتا تھا؟ کیا پیغامات بھجواتا تھا؟ کیا وحی کرتا تھا؟ ان کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

"پریشن عمر براطوس یا پلاطوس" (مکتوبات احمدیہ' جلد اول' ص ۶۸)

"پیٹ پھٹ گیا"۔ (البشریٰ' جلد دوم' ص ۴۹)

"غثم - غثم - غثم" (البشریٰ' جلد دوم' ص ۵۰)

"زندگیوں کا خاتمہ" (تذکرہ' ص ۵۷۷)

"ایک دانہ کس کس نے کھانا" (البشریٰ' جلد دوم' ص ۱۰۷)

"لائف" (تذکرہ' ص ۵۹۳)

"اس کتے کا آخری دم ہے" (تذکرہ' ص ۳۱۷)

"پنی' پی گئی" (تذکرہ' ص ۸۰۹)

"ماتم کدہ" (تذکرہ ص ۷۵۲)

"حفیف مسیح" (تذکرہ' ص ۷۳۴)

"کرنسی نوٹ" (تذکرہ' ص ۵۴۹)

"خواب میں دکھائے گئے (۱) تین استرے (۲) عطر کی شیشی" (تذکرہ' ص ۷۴۴)

"میں تم سے محبت کرتا ہوں" I Love you

"میں تمہارے ساتھ ہوں" I am with you

"ہاں میں خوش ہوں" Yes I am happy

"زندگی دکھ ہے" Life is pain

"میں تمہاری مدد کروں گا" I shall help you

(حقیقۃ الوحی' ص ۳۰۴' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

تمہیں امرتسر جانا پڑے گا (ص ۳) You have to go to A[illegible]ar

معقول آدمی (ص ۸۴) Fair man

(البشریٰ' جلد دوم' مجموعہ الہامات مرزا قادیانی)

محترم قارئین! یہ بے روح الفاظ' یہ بے تکے فقرے' یہ گوارہ جملے اور یہ بے ڈھنگی عبارتیں' کیا یہ اللہ کا کلام ہے؟ نہیں' ہرگز نہیں۔ یہ سراسر شیطانی بکواس ہے جو شیطان نے مرزے کی زبان کے توسط سے کی ہے۔

شیطان مردود نے مرزا قادیانی کا ایمان چھین لیا۔ اسے مرتد بنا دیا۔ اس سے عقل و خرد چھین لی۔ اسے بے بصارت و بے بصیرت کر دیا۔ اسے جہنم کا دائمی مکین بنا دیا اور پھر سب کچھ چھیننے کے بعد اس کی عزت بھی لوٹ لی۔ حوالہ ملاحظہ فرمایئے! مرزا قادیانی کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسومہ "اسلامی قربانی" ص ۱۲ پر لکھتا ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوگئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے"۔

آیئے ہم سب پڑھیں

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اور آیئے ہاتھوں کا کشکول بنا کر اللہ سے دعا مانگیں۔

الٰہی محفوظ رکھنا ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

نوٹ: "تذکرہ" مرزا قادیانی کے کشوف' الہامات' رویا اور وحی کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور تذکرہ نعوذ باللہ قادیانیوں کا قرآن بھی ہے۔

مقالۂ خصوصی
قسط نمبر ۴

حکیم محمود احمد ظفر

جمہوریت ایک فتنہ اور فراڈ

کچھ عرصہ قبل امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی۔ اس میں امریکی زندگی کا ایسا گھناؤنا نقشہ پیش کیا گیا ہے جس کے تصور سے جسم میں لرزہ پیدا ہوجاتا۔ اس کتاب کی امریکہ میں اتنی پذیرائی ہوئی کہ اس کے صرف مارچ ۵۶ میں تین ایڈیشن یکے بعد دیگرے شائع ہوئے۔ کتاب میں لکھا ہے:

"اب جبکہ ہم اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالتے ہیں تو حالات یکسر تبدیل شدہ دکھائی دیتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی زیادتی ہے۔ اب عورتوں کو آزادی ہے۔ لہذا وہ ہمارا پیچھا کرنے میں بھی آزاد ہیں...... مردوں کی چشم التفات ان کے لئے ایسی جنس نایاب ہے جس کے لئے انہیں سخت مقابلہ کرنا پڑتا ہے"

"آپ کو اب بیسواؤں کے ہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ٹیلیفون پر انہیں گھروں میں بلا تکلف بلا سکتے ہیں۔ اس تغیر نے اس پیشہ کے معاشی پہلو میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اب نہ تو مکانوں کی ضرورت ہے اور نہ سرمایہ کی۔ چکلوں میں سوائے نچلے طبقہ کے اور کوئی نہیں جاتا۔"

"بیسواؤں کو اب کمپنی گرلز (Company Girls) کے لقب سے بلایا جاتا ہے۔ اس سے سارا معاملہ ڈاکٹر کی طرح فون پر ہی طے ہوجاتا ہے اور ڈاکٹر کی طرح ہی انھیں مہینے کے آخر میں بل کی ادائیگی کر دی جاتی ہے۔ بعض لوگ انھیں کال گرلز (Call Girls) یا پارٹی گرلز (Party Girls) کے ناموں سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ ضرورت کے وقت انھیں دعوتوں میں بھی بلایا جاتا ہے۔ یہ مہذب رنڈیاں تلاش روزگار میں ایک ریاست سے دوسری ریاست میں جاتی رہتی ہیں۔"

"صحبت ہم جنس (Homoseruality) جس کا رواج زیادہ تر مردوں میں تھا اب عورتوں میں بھی عام ہورہی ہے۔ کوئی بیوقوف انسان ہی قوم کی اس ابتر اخلاقی حالت کو نظر انداز کرسکتا ہے"۔

یہ ایک مختصر خاکہ ہے اس جنسی بے راہ روی کا جو امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور مہذب جمہوری ملک میں ہو رہی ہے۔ یہی حالت بلکہ اس سے بھی بدتر یورپ کے جمہوری ممالک میں ہے۔ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو یہ سب کچھ جمہوریت کے برگ و بار ہیں اور اس جنسی بے راہ روی کو پھیلانے میں پبلک کے ساتھ ساتھ حکومت کا بھی ہاتھ ہے۔

۱۱۔ جماعتی تعصب اور گروہ بندی بھی جمہوریت کے لئے ایک لازمی اور ضروری شے ہے۔ اور یہ سماج کے لئے ایک نہایت مہلک چیز ہے۔ اس مہلک مرض کا اثر یہ ہوتا ہے کہ حق گوئی اور حق پسندی کا جوہر اور وصف جو معاشرہ کے لئے ایک روح کی حیثیت رکھتا ہے، لوگوں میں بالکل مفقود ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت میں قوم

کی اخلاقی تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔ پھر یہی جماعتی استیلا اکثریت کے ظلم پر منتج ہوتی ہے۔ جو جمہوریت کی بد ترین خصوصیت ہے۔

۱۲۔ جمہوریت میں قانون سازی کے اختیارات برسر اقتدار پارٹی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر مملکت کی تمام پارٹیاں قانون سازی میں حصہ لیتی ہے لیکن مرضی اکثریتی پارٹی کی چلتی ہے۔ اس اکثریتی پارٹی میں جماعتی نظم (Party Dicipline) کا دہانہ ہر ایک کے منہ پر چڑھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے حق کا دم اس کے حلق میں گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں اور آمریت میں کچھ فرق باقی نہیں رہتا اور جمہور کا نام محض ایک فریب اور دھوکہ ثابت ہوتا ہے۔

۱۳۔ برسر اقتدار پارٹی آخر انسانوں کی پارٹی ہوتی ہے فرشتوں کی جماعت نہیں ہوتی اس کے بنائے ہوئے قوانین پر اس کے ذاتی رجحانات اور تعصبات کا اثر پڑنا ایک لازمی امر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں عدل و انصاف کا معیار اس اکثریتی پارٹی کے مفاد کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا۔ پھر یہ معیار اور بھی قطعاً غیر مستقل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب دوسری پارٹی برسر اقتدار آتی ہے تو معیار اور نقطہ نظر تبدیل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں جمہور اور ریاست دونوں کو امن و عیش کہاں نصیب ہو سکتا ہے جب کہ ہر وقت "جرس بر بندید محملها" کی آواز بلند کر رہا ہو۔

برسر اقتدار پارٹی اقلیتی پارٹی کو ہر ممکن طریقہ سے دبانے کی کوشش کرتی رہتی ہے جس کے نتیجہ میں ان دونوں پارٹیوں کے درمیان نفرت اور تفرقہ کی آگ ہر وقت سلگتی رہتی ہے جس سے بڑے بھیانک نتائج کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔

۱۴۔ جمہوری حکومت میں حکومت کا محور معاشیات کو بنانا پڑتا ہے اس اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتماعی ادارہ (General will) جو جمہوری ریاستوں کا طاغوت و مسجود ہے۔ انفرادی اداروں کے اجتماع سے وجود میں آتا ہے، اور افراد جب خدا کی عبادت اور بندگی سے آزاد ہوں تو ان کا منتہائے مقصود صرف نفس و بدن کے مطالبات کو پورا کرنا ہوتا ہے جو معاشیات کا سرچشمہ ہے۔ بدیں وجہ ہر جمہوری حکومت معاشی مسائل کو اولیت اور اولویت کا درجہ دیتی ہے اور حکومت دیگر تمام مسائل کو معاشی مسائل کے تابع سمجھتی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ کو معاشیات کے تابع کر دینے کا لازمی نتیجہ وہ حیوانیت اور بہیمیت ہے جس کا مشاہدہ ہم مغربی جمہوری ممالک میں کر رہے ہیں۔ اخلاقی حس کی موت، خدا سے بے نیازی بلکہ بیزاری، مادہ پرستی کا غلبہ یہ سب چیزیں اسی شکم پرستی اور حرص و آز کے لازمی نتائج ہیں جن سے نجات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک جمہوریت کا عفریت دنیا میں باقی ہے اور جب تک معاشیات کے بت کی پرستش اس عالم میں جاری ہے۔ چنانچہ دنیا کے مشہور ملحد جوزف اسٹالن نے بالکل صحیح کہا تھا کہ!

"لوگوں کو روحانیت اور مذہب سے بیگانہ اور متنفر کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ان کو معاشیات کی جانب زیادہ سے زیادہ متوجہ کر دیا جائے"

جمہوری حکومت میں معاشیات کو محور بنانے کا دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے ساتھ نظام سرمایہ داری کا ایک ناقابل انقطاع رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں ہر جگہ نظام سرمایہ داری اور نظام جمہوری ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ لازم و ملزم ہیں۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کسی ملک میں سیاسی نظام جمہوری ہو اور معاشی نظام سرمایہ داری کے علاوہ کچھ اور ہو۔ اس لئے کہ جمہوریت کے بارہ میں دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہو گی۔

(۱) جمہوری نظام کے قیام سے قبل ملک میں نظام سرمایہ داری موجود ہو۔ اس صورت میں یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ برسراقتدار پارٹی یا تو خود سرمایہ دار ہو گی یا سرمایہ داروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو گی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جمہوری نظام کے قیام کے وقت معاشی نظام سرمایہ دارانہ نہ ہو۔ بلکہ اشتراکی یا کوئی اور ہو۔ ایسی صورت میں یہ لازم ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد معاشی نظام رفتہ رفتہ سرمایہ دارانہ نظام میں تبدیل ہو جائے گا جیسا کہ اس سے قبل سوویت یونین میں ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اس صورت میں جو جماعت بھی جمہوریت میں اقتدار پر قابض ہو گی وہ سرمایہ پر پورا پورا قبضہ رکھے گی، اور اس اپنے مفاد کے مطابق تصرفات کرے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان ملکوں میں اگر شخصی سرمایہ داری نہ بھی ہو تو جماعتی سرمایہ داری تو یقینی ہے جو شخصی سرمایہ داری سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

۱۵۔ جمہوریت میں مذہب و اخلاق کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک عوام اپنی شہری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے رہیں مملکت ان سے کسی نظام اخلاق کی پابندی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ریاست کے اس تصور کو سب سے پہلے میکیاولی نے پیش کیا تھا کہ سیاست اور اخلاق و مذہب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جمہوریت میں چونکہ مادی فوائد و لذائذ کا جمع کرنا زندگی کا سب سے اعلیٰ مقصد قرار پاتا ہے، لہذا ان مادی فوائد کے حصول کے لئے عوام مذہب اور اخلاقی پابندیوں سے گریز کرتے ہیں۔ دوسرے جب سارے لوگ اس (Russel) کے بقول اپنی زندگی کی کشتیاں تملیکی نشاط (Possessive Happiness) کے سمندر میں رکھتے ہوں تو لازمی طور پر وہ رقابت، خود غرضی اور بے جا تصرف کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں کیونکہ ان کی خوشی و مسرت محض بیرونی اشیاء کی غلام ہوتی ہے۔ اور جب ان اشیاء کے لئے چھین جھپٹ کی جائے تو اس کا نتیجہ ہر لحاظ سے تباہ کن ہوتا ہے کیونکہ ہر گروہ با اختیار ہونے کا آرزومند ہوتا ہے تاکہ اپنے اس اختیار کے ذریعے زیادہ سے زیادہ دنیوی فوائد سمیٹ سکے۔ یہ جمہوریت کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔

نظری حیثیت سے تو ایک جمہوری ریاست میں ہر فرد کو حاکمیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں اور حکومت کے کارپردازان اس کے ترجمان ہوتے (Representetive) ہیں۔ لیکن عملاً حکومت ایک طبقہ کی ہوتی ہے اور اس طرح مملکت کے باشندوں کا ایک طبقہ دوسرے طبقے کو حاکمیت سے یک قلم محروم کر کے ان پر اپنی خواہشات مسلط کر دیتا ہے اور اس طبقہ کی حیثیت غلاموں جیسی بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ حاکم طبقہ کی سب سے بڑی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے اور اپنے ہمنوا لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ

فوائد حاصل کرے اور مخالفین کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے۔

۱۶۔ جمہوریت کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں پریس اور صحافت کی آزادی سلب ہو جاتی ہے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ جمہوریت میں پریس بالکل آزاد ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت ایک فریب سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اخبار کا اجراء کوئی معمولی شے نہیں ہے۔ کوئی غریب یا درمیانہ طبقہ کا کوئی فرد اخبار جاری نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے زر کثیر درکار ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے صرف اور صرف امیر لوگ ہی اس کو جاری کر سکتے ہیں اور جاری رکھ سکتے ہیں۔ لیکن موجودہ زمانے میں امیر لوگوں کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت کمائیں تا کہ اپنے مخصوص مفادات (Vested Interests) کی پاسبانی اور حفاظت کر سکیں۔ یہ شے اس کے بغیر ممکن نہیں کہ برسراقتدار طبقہ کی خوشامد کی جائے۔ اس کی برائیوں کو نیکیاں بنا کر پیش کیا جائے۔ ان کے مفادات کا تحفظ کیا جائے تا کہ وہ خوش ہو کر اخبار کی سرپرستی کریں۔ اور زیادہ سے زیادہ اشتہارات اور دوسری رعایات اسے دیں اور مالک اخبار یا مالکان اخبار زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پریس عوام کی راہ نمائی کرنے کے بجائے جھوٹ اگلنے والا چشمہ اور دروغ بافی کا منبع بن جاتا ہے چنانچہ وہ نہ صرف اپنے اداریوں اور مخصوص مقالات میں حکومت کے ہر جائز و ناجائز کی تعریف کرتا ہے بلکہ خبروں کو بھی اس طریقہ سے ترتیب دیا جاتا ہے کہ اس سے برسراقتدار طبقہ کے مخصوص مفادات کو تحفظ ملتا ہے۔ اور قوم کے چند افراد ان خبروں کو ایک خاص رنگ کی عینک سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اور آزادی فکر یک قلم ختم ہو جاتی ہے۔ اور لوگ ان اخبارات کے مطالعہ سے ہوش سے زیادہ جوش سے کام لیتے ہیں اور جب فکر کا جہاز بے لنگر ہو جائے تو پراپیگنڈہ کی تند و تیز لہریں اپنی مرضی کے مطابق اسے دھکیل کر لے جاتی ہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ جو طبقہ مسند اقتدار پر براجمان ہوتا ہے۔ وہ پریس کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے کئی آرڈیننس نافذ کرتا ہے تا کہ درونِ خانہ ظلم و ستم کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور اخبارات اپنی شہ سرخیوں سے سب اچھا کے لعرے لگاتے رہیں۔ علاوہ ازیں حزب اختلاف کی آواز کو دوسروں تک نہ پہنچنے دیں۔ اقتدار کی باگیں قبضہ میں رکھنے والے لوگ یہ نہیں چاہتے کہ وہ اقتدار سے محروم ہوں لہذا سیاسی، اخلاقی اور قومی مفادات کا بہانہ بنا کر حزب اختلاف اور مخالف اخبارات کا گلا گھونٹتے رہتے ہیں۔

انتخابات کی آزادی میں بھی اخبارات کو جو حکومت کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جائز اور ناجائز نوازشات سے نوازا جاتا ہے۔ اشتہارات اور دوسرے ذرائع سے انہیں ایک قسم کی رشوت دی جاتی ہے صاحب قلم لوگوں کے قلم خریدے جاتے ہیں تا کہ وہ حکومت کے پراپیگنڈہ میں ان کے لئے ممد و معاون ثابت ہوں۔

۱۷۔ پریس کی آزادی کے ساتھ عدلیہ کی آزادی کا بھی جمہوریت میں گلا گھونٹ دیا جاتا ہے تا کہ کوئی ستم رسیدہ اور مظلوم انسان یا پارٹی ان کی طرف رجوع کر کے انصاف حاصل نہ کر سکے۔ کیونکہ جب "مناصب کے دلدادہ" یہ عہدے ایک مخصوص طبقے کے فیضان کرم سے حاصل کرتے ہوں تو پھر عدالت کی

کرسیوں پر براجمان ہونے کے بعد وہ اپنے آقائے ولی نعمت کو کس طرح بھول سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض دفعہ کسی جونیر شخص کو تین چار ججوں پر کسی خاص غرض سے یا کسی نیکی کا بدلہ چکانے کےلئے عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ کا جج مقرر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جس پر اتنا فیضانِ کرم کیا گیا ہو وہ اکثر دفعہ اس نیکی کا بدلہ چکاتا ہے۔

اگر کوئی جج ضمیر اور ایمان کے تقاضوں سے مجبور ہو کر حکمران طبقہ کے خلاف کوئی فیصلہ دینے کی جرأت کر گزرتا ہے تو قانون کے بندھن اس کا ہاتھ روک لیتے ہیں کیونکہ ملک کا قانون ہی اس بنیاد پر مدون کیا جاتا ہے کہ اہل اقتدار ثروت اور اہل ہر لحاظ سے اقتدار سے محفوظ و مصؤن رہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں ہیرلڈ لاسکی (H. Lasri) نے لکھا ہے:

"ملک کا قانون کوئی ایسی دستاویز نہیں ہے جو ابدی اور غیر متبدل قوانین پر مشتمل ہو بلکہ یہ ایسے ضوابط کا نام ہے جن کو وقتاً فوقتاً وقتی مصالح کے تحت بدل دیا جاتا ہے۔ قانون کا تانا بانا تیار کرتے وقت چند مخصوص مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں۔ ججوں کے ہاتھ میں اختیارات نہیں ہوتے کہ وہ خود قوانین وضع کریں اور پھر اس کے مطابق فیصلے دیں۔ ان کی ڈیوٹی صرف یہ ہے کہ وہ رائج الوقت قوانین کو حالات پر منطبق کر کے فیصلہ دیں۔ جج صاحبان بیچارے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ ہر روز اپنی آنکھوں سے ظلم ہوتا دیکھتے ہیں لیکن اپنی بے بسی کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے قلم ہر صبح و شام اپنی بے بسی اور مجبوری کی غمازی کرتے ہیں۔

بقیہ از ۲۳

گھورتی ہیں...... آج کی تہذیب، آج کی سولائزیشن آج کی ریفارمیشن میں بیک ورڈ کہا سنا اور لکھا جاتا ہے جبکہ ترقی یافتہ سورماؤں کا حال یہ ہے کہ ایک پروفیسر دوست کے بقول ایک عرصہ سے ملتان کے امتحانات کے پرچے لاہور جاتے اور لاہور کے ملتان آتے ہیں۔ اب ہوا یہ کہ ملتان والوں نے ستر فیصد مارکس دیئے اور لاہور والوں نے ۴۲ فیصد مارکس دیئے کہ لاہوریوں کے کھاتوں میں ملتان بیک ورڈ ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے!

تصحیح

محترم مولانا ابو ریحان عبدالغفور کے مضمون کی گزشتہ قسط میں نقیب کے ص ۳۴ سطر نمبر ۲۳ میں "لیکن دم یزید" سے قبل ذیل کی عبارت کا اضافہ کر لیا جائے

"لیکن دنیا کا انصاف ملاحظہ ہو کہ اس نے فضیلتِ معاویہ والا "لم یصح...... الخ" تو یاد رکھا اور اس کی خوب خوب تشہیر کی"

(ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے)

سید عطاء المحسن بخاری

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

اللہ بخشے ماسی زینب کو وہ ہمیں بچپن میں ایک واقعہ سنایا کرتی تھیں کہ...... میری شادی نئی نئی ہوئی، ابھی ہمارے ہاں اولاد نہیں ہوئی کہ ایک روز میں اپنے مکان اور مکان کے پیش دالان سے جھاڑو دیکر فارغ ہوئی اور منہ ہاتھ دھونے بیٹھ گئی کہ اتنے میں گلی میں کسی کے گنگنانے کی آواز آئی اور ساتھ ہی سگریٹ کی بو بھی! تمہارے چچا "نواب" نے اندر سے ایک ہی دفعہ پکار کر کہا...... اوئے کون ایں "حلال" دا؟ پھر قدموں کی دگڑ دگڑ کی آواز تو آئی گنگنانے کی آواز یا سگریٹ کی بو نہیں آئی۔ بعد میں تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ کشمیریوں کا ایک لڑکا کچھ ماہ لاہور میں رہ کر آیا ہے تو اس پر لاہور کے اثرات نے غلبہ پالیا تھا اور اس نے گاؤں کی گلی میں بھی وہی حرکت کی جو میکلوڈ روڈ پر وہ ہمیشہ کرتا تھا۔ ایک بدعادت راسخ ہو چکی تھی اس لئے بے اختیار سرزد ہو گئی۔ مگر اتنا تو ہوا کہ پھر وہ شرم کا مارا تین دن گھر سے باہر نہ نکلا۔ یہ تو ناگڑیاں (ضلع گجرات) کی بات ہوئی۔ ہمارے بچپنے کی بات یہ ہے کہ امرتسر میں ہمارے محلے میں بچے، جوان، گولیاں، گلی ڈنڈا اور تاش کھیلا کرتے تھے لیکن جونہی کسی بزرگ کا ادھر سے گزر ہوتا بچے اور جوان چوکڑیاں بھرتے غائب ہو جاتے۔ بڑوں کا ایسا رعب و احترام جوانوں کے دل میں ہوتا تھا کہ وہ اپنی اس حرکت کو معیوب اور خلاف احترام جانتے ہوئے ایک طرف ہو جاتے۔ چھوٹے ڈانٹ ڈپٹ کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ یعنی ایک تہذیبی عمل موجود تھا، تہذیبی قدریں زندہ تھیں۔ بچے اور جوان بے لگام، بے باک، گستاخ نہیں تھے۔ ان کے دیدے پٹم نہیں ہوئے تھے۔ وہ اپنی غلطی رئیلائز (REALISE) کرتے تھے تو وقتی طور پر بڑوں کی آنکھ سے اوجھل ہو جاتے تھے یعنی حقیقت پسند تھے۔ اس حقیقت کا اعتراف کرتے تھے کہ بڑوں کی عزت کرو! آج یہ صرف سکول کی دیوار پر لکھا نظر آتا ہے۔ عزت کرتا کوئی نہیں۔ اس لئے بے عزتی کے خوف سے کوئی ٹوکتا نہیں، روکتا نہیں، سمجھاتا بجھاتا نہیں، لفظی نصیحت بھی کوئی نہیں کرتا۔ آج آپ کسی برخوردار کو کسی ایسے کام سے روکیں جو دین کے خلاف ہو پہلے تو جواب ملے گا...... چل اوئے چل وڈا آگیا سمجھاؤن والا۔ وہ نہیں کہے گا تو اسکے والدین گلے پھلا کے میل جول چھوڑ دیں گے یا گلہ گزاری کرنے گھر آجائیں گے کہ آپ نے محلے کے بچوں کے سامنے ہمارے بچے کی بے عزتی کر دی۔ یہ تو پھر بھی شریفانہ انداز ہے ورنہ عموماً تو یوں ہوتا ہے کہ بچے کا بھائی یا باپ گھر سے نکلتا ہے اور روکنے ٹوکنے والے کا دروازہ کھٹکھٹا کے اسے باہر بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم کون ہوتے ہو ہمارے لاڈلے کے ناصح مشفق بننے والے؟ لیکن ان لوگوں کے لئے یہ لب و لہجہ بھی قابل برداشت ہوتا ہے جنہوں نے اصلاح احوال کے لئے اپنا پتا مار لیا ہے۔ ایک تیسرا وطیرہ یہ ہے کہ وہ بچے والا اپنے منڈے کا ہاتھ پکڑے گھر سے گالیاں بکتا ہوا چلتا ہے اور مصلح کے دروازے پر مغلظات بکتا دھاڑتا ہوا پہنچ جاتا ہے اور اسکے باہر

نکلتے ہی کموں گھونسوں ٹھڈوں سے اس مصلح کی وہ مرمت کرتا ہے۔ کہ وہ زندگی بھر کے لئے اصلاح احوال کے لئے پینترہ بھول جاتا ہے بلکہ چوکڑی بھول جاتا ہے بعض مصلحین کا حال بے حال تو ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ

وہ اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں جو زمانے کا چلن ہے اور بعض دم سادھے ہمیشہ کے لئے چپ ہو جاتے ہیں گویا دمن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد۔ خود میں نے اپنی زندگی میں "تلقین و اصلاح" کے بہت تجربے کئے ہیں، باز اب بھی نہیں آتا مثلاً یہاں ملتان میں، میں نے محلے کی ایک بچی کو اس بری بات سے روکا کہ وہ اپنی ماں کو باواز بلند اور بر سر راہ، گالیاں بک رہی تھی۔ میں نے اسے پیار سے بھی سمجھایا اور ڈانٹ کے بھی۔ میں اسے ڈانٹ ڈپٹ کر کے گھر آیا تو چند لمحوں بعد اس کی ماں آپے سے باہر ہو کے ہمارے گھر آ گئی اور مجھے بے نقط سنانی شروع کر دیں۔ صبح کا وقت تھا۔ اباجی مرحوم و مغفور اپنی اللہ اللہ میں مصروف تھے۔ وہ بھی بہت بے لطف ہوئے اور میری طرف متوجہ ہو کے فرمایا تمہیں جو میں نے کئی بار منع کیا ہے کہ محلے کے نمبردار مت بنو مگر تم باز نہیں آتے۔ اب پیچھے کیوں ہٹتے ہو؟ آگے بڑھو اور خوب ماں بہن کی سنو!

اب سوال یہ ہے کہ ان حالات و عادات کے ہوتے ہوئے کون کس کی تربیت کرے اور کون کس کی حفاظت کرے؟ اس بگڑے ہوئے معاشرے میں جہاں سماجی قدریں منہ چھپائے پھرتی ہوں یا دم توڑ چکی ہوں تربیت کیسے ممکن ہے؟ لے دے کے ایک ہی تربیت گاہ ہے۔ وہ ہے اسکول۔ اور اسکولوں کا نامۂ اعمال روزاخباروں کی زینت بنتا ہے۔ فیسوں کی بڑی بڑی رقمیں بٹور کر اخلاق و عادات کا جو جھول جھبا اس نسل کو پہنایا جا رہا ہے۔ اعمال و اذواق کا جو جھومر انکی پیشانی کی زینت بنایا جا رہا ہے وہ اچھے انسان تو کجا محض انسان بھی پیدا نہیں کرتا اور یہ جو کچھ ہمارے سماج میں رچ بس گیا ہے، یہودیوں، عیسائیوں، مشرکوں کی خاموش اطاعت کے سبب سے ہے۔ ہماری شادی بیاہ کی رسمیں، ہماری موت فوت کے رواج، ہماری ثقافتی حرکتوں ریتوں اور پرستوں کی گہما گہمی، چمک دمک اور پسند...... کیا دین سے بغاوت نہیں؟ عورت کی آزادی واختیار کا بے دھڑک استعمال، بے باکی، جسموں کی نمائش کی تربیت...... کیا یہ حربے حفاظت و تربیت کے ہیں؟ اسلاف کو جاہل، پھسڈی، دقیانوسی کہنا سمجھنا اور اسی وجہ سے انہیں درخور اعتنا نہ سمجھنا کیا یہ حفاظت و تربیت کے سنگھاسن ہیں؟ دیندار لوگوں کو ریجڈ، فنیٹک، فنڈامنٹلسٹ کہنا، انکو ہوٹ کرنا، انکا قافیہ تنگ کرنا، انہیں سماج میں "نکو" بنانا، ذلت و مسکنت کا سمبل سمجھنا، سمجھانا کہنا، ذرائع ابلاغ سے عوام کو یہی باور کرانا اور خواص میں انکا داخلہ ممنوع قرار دینا...... کیا یہ رویے تربیت و حفاظت کے قواعد و ضوابط ہیں۔ آج کا پنجاب بھی انہی رویوں، قدروں کی زد میں ہے۔ پنجاب کو تہذیب جدید کی مکاریوں، عیاریوں، فنکاریوں سے غسل دیا جا رہا ہے۔ پنجاب کو تہذیب فرنگ کی گھٹی دی گئی۔ پنجاب کو آج چچا نواب کی گرجدار آواز کی ضرورت ہے۔ یہ گرجدار آواز سرحد بلوچستان میں بہرحال ہے۔ یہ کرمکا اندرون سندھ بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن ان انسانوں کو، ان علاقوں کو جہاں یہ آوازیں گونجتی اور آوارہ خرام منڈوں اور کڑیوں کو روکتی ٹوکتی اور

(بقیہ ۲۱ پر)

قائدِ احرار، جانشینِ امیرِ شریعت

حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو

علماء کا خراجِ تحسین

مولانا مجاہد الحسینی:

ادب اور صحافت کے محاذ پر قیام پاکستان کے بعد حضرت ابوذر بخاری نے ہی لادین عناصر کو سب سے پہلے للکارا۔ عربی، فارسی اور اردو میں وہ جو اپنا فکری سرمایہ چھوڑ گئے ہیں، اس سے آئندہ کئی نسلیں استفادہ کریں گی۔ وہ میرے علمی محسن تھے۔

مولانا عزیز الرحمن خورشید:

اللہ کا ڈر، رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے محبت، ان کی زندگی کی متاعِ عزیز تھی۔

مولانا عبد الرشید (مہتمم جامعہ رشیدیہ ساہیوال):

ان کی مثالی دینی استقامت نے شخصیت کا گہرا نقش چھوڑا ہے۔

مولانا ارشاد الحق اثری: (ادارۃ العلوم الاثری فیصل آباد)

وہ اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر دینِ اسلام کی آبیاری و سرفرازی کے لئے زیست بھر کوشاں و ساعی رہے۔

مولانا ابوریحان عبد الغفور (اسلام آباد):

حضرت شاہ جی کے انتقال سے علمی دنیا اندھیری ہو گئی۔ "موت العالِم موت العالَم" کا صحیح نقشہ سامنے آگیا۔

مولانا محمد اسلم صدیقی: (پنجاب یونیورسٹی)

شاہ صاحب ایک درویش خدامست اور سچے عالم دین تھے۔

مولانا ظفر الحق (سکھر):

انہوں نے موجودہ دور کے صاحبزادگان کی مانند حکومت پرستی اور زر کی ہوس میں خود کو آلودہ نہیں کیا اور اکابر کے نقشِ قدم پر رہتے ہوئے فریضۂ تبلیغ باللسان و بالقلم خوب نبھایا۔ ایسی نادر اور قادر الکلام شخصیت موجودہ دور میں میری آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ آپ جس مقام و مرتبہ کی شخصیت تھے ہم انہیں وہ مقام نہ دلا سکے۔ اور نہ ہی اپنوں نے اس بات کو پسند کیا کہ حق دار کو حق دے دیا جائے۔

جناب علیم ناصری لاہور (لاہور)

مجھے حضرت ابوذر بخاری مرحوم و مغفور سے ایک نسبتِ معنوی یہ بھی ہے کہ وہ شہداء بالاکوٹ کے والہ و شیدا تھے۔ وہ اپنی تقریر و تحریر میں ان عظیم ہستیوں کا ذکر بے پناہ قلبی گہرائیوں سے کیا کرتے تھے۔

انہوں نے علمی اور قلمی کام اپنے والدِ گرامی کی زندگی میں اور ان کے بعد جس جرأت و شجاعت اور عظمت و جلال سے سرانجام دیا وہ ایک یادگار ہے۔

کیا ایسے لوگ واقعی مر جاتے ہیں؟ اُن کا ذِکر ختم ہو جاتا ہے؟..... نہیں، ہر گز نہیں...... یہ لوگ اپنے اعمال و افکار اور عظمتِ کردار کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

اے ہمنفسانِ محفلِ ما
رفتید ولے نہ از دلِ ما

میاں محمد اسلم جان مجددی (لاہور):

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری، بیک وقت حافظ قرآن، متبحر عالم، خطیب فصیح البیان، مقرر طلیق اللسان اور عربی، اردو، فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ وہ خصائص و فضائل اور مکارم و مناقب میں حضرت امیر شریعت کا عکس تھے۔

مولانا فضل الرحیم (لاہور):

وہ ایک بے مثال خطیب تھے۔ ان کے بیانات سن کر قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی۔

مولانا سید محمد اجمل شاہ (ژوب، بلوچستان):

ان کی اچانک موت نے سامراج دشمن علماء کے کاروان بخاری کو یتیم کر دیا ہے۔

مولانا سلطان محمود ضیاء:

وہ اس عہد میں صحابہ کرام کے مشن کے سب سے بڑے علم بردار تھے۔

قاری محمد حنیف جالندھری:

حضرت مولانا ابوذر بخاری کی زندگی ایک بیدار مغز، باخدا، اولوالعزم اور انقلابی قائد کی زندگی تھی۔ وہ ایسے قابل شاگرد تھے کہ ان کے استاذ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، ان کی ذہانت، خطابت اور علم و تحقیق پر فخر کرتے تھے۔ مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے ہمیشہ ان کے نام کے ساتھ "فصیح البیان" لکھا۔ وہ ان چند شخصیتوں میں بھی ممتاز تھے جنہوں نے اپنے اساتذہ سے خراجِ تحسین وصول کیا۔

مولانا ایاز احمد حقانی (جامعہ اسلامیہ، شبقدر، سرحد):

انہوں نے مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے تحریکِ تحفظ ختم نبوت کے لئے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ ان کی دینی استقامت نسل نو کے لئے مینارۂ نور ہے

سرگزشت زندگی

مفکرِ اسلام حضرت مفتی محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو کراچی میں رحلت فرما گئے۔ ان کے سانحہ ارتحال پر برِ صغیر ہندو پاک کے علمی اور دینی حلقوں کی عمومی بے خبری، بے پروائی اور بے اعتنائی پر مبنی خاموشی بجائے خود ایک سانحہ ہے۔ افسوس، کہ "اسلام کا سیاسی نظام" "دینی نفسیات" اور "اظہارِ حقیقت" (بجواب خلافت وملوکیت) ایسی عدیم النظیر کتب کے مؤلف کے لئے بھی "قدر افزائی" اور "قدر دانی" کے روایتی رویے اور پیمانے تبدیل نہ کیا جاسکے۔
حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بجا طور پر مفکرِ اسلام، امام اہل سنت اور محقق جلیل کہا گیا ہے۔ ان کے احوال و آثار کی حفاظت واشاعت، ایک دینی خدمت ہی نہیں علمی فریضہ بھی ہے۔ ادارہ "نقیبِ ختمِ نبوت" اس سلسلہ میں اپنا فرض ان شاء اللہ ادا کرتا رہے گا۔ ذیل میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے اپنے قلم سے ایک یادگار تحریر نذر قارئین کی جارہی ہے۔ یہ تحریر حضرت جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی اس "فرمائش" کے جواب میں لکھی گئی تھی کہ.........
"آپ علماء و اکابر کے طریق پر اپنا مختصر سوانحی خاکہ، جسے عربی اصطلاح میں "ترجمہ" کہتے ہیں، تحریر فرما دیں۔ تاکہ احباب وقارئین کو آپ کے ذاتی، علمی اور مسلکی حالات کا مستند ذخیرہ میسر آجائے۔"

میری زندگی کی مختصر کہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ۔ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد۔

یہ میری زندگی کی مختصر کہانی ہے جس میں نہ کوئی نُدرت ہے، نہ خصوصیت۔ اب جبکہ چراغِ سحر ہوں اور سفرِ آخرت کے لئے پا بہ رکاب، زادِ راہ سے تہی دستی کا احساس "زادِ راہ" ہے، اور بہ جز ندامت کوئی سرمایہ میرے پاس نہیں ہے۔

کٹ گئی غفلت میں ساری زندگی
زندگی پر اپنی ہے شرمندگی!

نام

میرا پورا نام محمد اسحٰق حسین ہے۔ والد مغفور کا نام محمد اشفاق حسین ہے۔ لیکن لوگوں نے اختصار کر کے صرف محمد اسحٰق کہنا شروع کر دیا اور اس کی شہرت ہوگئی۔ اور اب میں بھی صرف محمد اسحٰق ہی لکھتا ہوں کیونکہ یہی مشہور ہوچکا ہے۔ پورا نام لکھنے میں اشتباہ والتباس ہوتا ہے۔

خاندان

نسباً "شیخ صدیقی" ہوں۔ میری والدہ مرحومہ بھی صدیقی تھیں۔ اس لئے دادھیال اور نانہیال دونوں جانب سے صدیقی ہوں۔ میرا سلسلۂ نسب محمد ابن ابی بکر کے واسطہ سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت

بہ تاریخ ۲۴ صفر ۱۳۳۱ھ، ۲ فروری ۱۹۱۳ء بہ مقام لکھنؤ (یوپی۔انڈیا) پیدا ہوا۔

وطن

قصبہ سندیلہ میرا دادھیالی وطن ہے۔ یہ لکھنؤ سے اکتیس (۳۱) میل بہ جانب جنوب مغرب واقع ہے۔ کلکتہ سہارنپور کی مین ریلوے لائن پر لکھنؤ سے بہ جانب مغرب پانچواں اسٹیشن ہے۔ لکھنؤ میں میرا نانہیال ہے۔ والدہ مرحومہ کا وطن لکھنؤ تھا اور میرے نانہیالی خاندان کا شمار لکھنؤ کے قدیم ترین خاندانوں میں ہے۔ میرا قیام زیادہ تر لکھنؤ میں رہا۔ سندیلہ یا دوسرے مقامات پر قیام بہت کم رہا۔ گویا "ذو وطنین" ہوں۔ لکھنؤ میرا ذاتی وطن ہے اور سندیلہ آبائی وطن۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم مکان پر ہی حاصل کی۔ معلم صاحب کا قیام میرے مکان پر ہی ہوتا تھا۔ یا بعض معلمین نے بطور ٹیوشن مکان پر آکر پڑھایا۔ قرآنِ مجید ناظرہ، ابتدائی دینیات، فارسی، حساب اور قدرے عربی...... ان سب کی تعلیم مکان ہی پر رہ کر حاصل کی۔ ھدایۃ النحو تک پہنچا تو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوا اور دو سال وہاں پڑھا۔

اساتذہ

وہاں میرے اساتذہ مندرجہ ذیل حضرات تھے۔ (۱) مولانا شبلی صاحب اعظمی، یہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نہیں ہیں۔ اُن کا انتقال ۱۹۱۳ء میں ہوچکا تھا جو میرا سنہ پیدائش ہے۔ یہ مولانا شبلی اعظمی صاحب دوسرے بزرگ تھے۔ یہ حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے دیکھنے والوں میں تھے۔ انہیں کے مدرسہ میں ان کے شاگردوں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے مخصوص استاذ مولانا حفیظ اللہ صاحب مرحوم تھے جو علامہ عبدالحیؒ صاحب موصوف کے خاص شاگردوں میں تھے اور مدت دراز تک دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم رہے تھے۔ (۲) مولانا عبدالودود صاحب اعظمی، (۳) مولانا محمد سلیم صاحب بارہ بنکوی، (۴) مولانا عبدالرحمن صاحب نگرامی، (۵) مولانا سید علی صاحب زینبی امروہوی رحمھم اللہ

پھر درس نظامیہ کے شوق کیوجہ سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں داخل ہوا اور وہاں سے درس نظامیہ دورۂ حدیث اور قراءاتِ سبعہ کی سند حاصل کی۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مندرجہ ذیل حضرات اساتذہ سے تعلیم حاصل

کی۔ (۶) شیخ الحدیث و مفتی مدرسہ مولانا مفتی ظہور احمد صاحب، (۷) مولانا محمد اسباط صاحب، (۸) مولانا قاری عبدالمجید صاحب رحمہم اللہ

فراغت

ربیع الاول ۱۳۵۴ھ / جون ۱۹۳۵ء میں، میں نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے درسِ نظامیہ، دورۂ حدیث اور قراءاتِ سبعہ (۷) کی سندِ فراغت حاصل کی۔ نیز افتاء کی تربیت حاصل کی۔

شغل طبابت

اس کے بعد لکھنؤ ہی میں طبِ عربی جو طبِ یونانی کے نام سے مشہور ہے کی تحصیل کی اور چند ماہ سندیلہ رہنے کے بعد کانپور چلا گیا اور وہاں تقریباً دو سال مطب کرتا رہا۔

بیعت

سی زمانہ میں حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوا۔ یہ ۱۳۵۷ھ یا ۱۳۵۸ھ، ۱۹۳۸ / ۱۹۳۹ء کا سال تھا۔

حضرت تھانوی کے تین خلفاء سے اجازت بیعت و تعلیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے بیعت ہو گیا۔ لیکن میرا اصلاحی تعلق حضرت ہی کے ایماء پر حضرت کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادی رحمہ اللہ سے رہا، اور ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمن کیملپوری خلیفہ حضرت حکیم الامت سے رہا اور ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا وصی اللہ صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے رہا۔ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ نے مجھے اجازت بیعت و تعلیم عطاء فرمائی نیز حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ خلیفہ حضرت حکیم الامت نے اجازتِ بیعت و تعلیم عطا فرمائی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب قدس سرہ سے میرا کوئی اصلاحی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ممدوح نے از راہِ حسن ظن و شفقتِ بزرگانہ اجازت عطاء فرمائی تھی۔

ندوۃ العلماء سے تعلق

دورانِ قیام کانپور والد صاحب مرحوم کی علالت کی وجہ سے کانپور چھوڑ کر سندیلہ آ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی چند ہی دن کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا گرامی نامہ ملا۔ موصوف نے اولاً "اسلام کا سیاسی نظام" مرتب کرنے کی خدمت میرے سپرد کی۔ پھر چند ماہ بعد مجھے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں خدمتِ تدریس کے لئے بلالیا۔ سنہ ہجری تو یاد نہیں۔ شمسی ۱۹۴۳ء میں، میں دارالعلوم ندوۃ سے وابستہ ہوا۔ وہاں درس و افتاء کے علاوہ مختلف اوقات میں دارالاقامہ کی نگرانی اور اہتمامِ دارالعلوم کی خدمات انجام دیں۔ جملہ علومِ متداولہ کی کتب پڑھانے کا موقع ملا۔ لیکن جب مہتمم دارالعلوم مقرر ہوا تو صرف بخاری شریف کا درس دیتا تھا۔ اس لئے کہ پھر

اہتمام کی ذمہ داریوں کی وجہ سے درس و تدریس کے لئے مزید وقت نہیں ملتا تھا۔

مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ کی صدارت

علاوہ بریں میں "مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ" کا کنوینر بھی منتخب ہوا تھا۔ علماء کی یہ مجلس نئے پیش آنے والے شرعی مسائل کو حل کرنے کے لئے قائم کی گئی تھی اوراب تک قائم ہے۔ اس کا پہلا کنوینر میں ہی مقرر ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے افتاء اور خط و کتابت کا کام بہت بڑھ گیا تھا۔ اس لئے بھی تدریس میں کمی کرنی پڑی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے میرا تعلق تقریباً چھبیس (۲۶) سال رہا۔

پاکستان کی طرف ہجرت

ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ/دسمبر ۱۹۷۰ء میں جبکہ میں مہتمم دارالعلوم تھا پاکستان کی طرف ہجرت کا ارادہ ہوگیا۔

جامعۂ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے تعلق

اسی مدت میں محبی علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ نے مجھے اپنے جامعہ میں آنے کی دعوت دی اور میں ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے منسلک ہوگیا۔ تقریباً تیرا (۱۳) سال جامعہ مذکور کی خدمت کرتا رہا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ سے، جو اس وقت مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے نام سے موسوم و مشہور تھا، جب میں منسلک ہوا تو تخصص فی الفقہ کا درجہ میرے متعلق ہوا۔ میں اس کا مشرف (نگران) مقرر ہوا۔ اس کے علاوہ مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامیہ کا مجھے رکن بنایا گیا۔ تقریباً دو سال کے بعد تخصص فی الدعوۃ والارشاد کا نیا درجہ کھولا گیا۔ اور میں اس کا بھی مشرف (نگران) مقرر ہوا۔ مجلس مذکور کی رکنیت کے معنٰی یہ تھے کہ تصنیف و تالیف کا کام میرے ذمہ ہوگیا۔ لیکن مشرف تخصص فی الدعوۃ والارشاد کا کام بدستور باقی رہا۔ کچھ دن کے لئے عارضی طور پر جامعہ کے دارالافتاء میں مفتیٔ جامعہ کی خدمت بھی میرے متعلق رہی جس کی وجہ یہ تھی کہ محبی مولانا مفتی ولی حسن صاحب (مفتیٔ جامعہ) عارضی طور پر مدرسہ ہی کے ایک دوسرے کام میں مشغول کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے اس مدت کے لئے میں نے افتاء کی خدمت انجام دی۔ کچھ دنوں بعد وہ اپنی جگہ واپس آگئے اور میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ تاہم افتاء کے کام میں بھی کبھی کبھی تعاون کرتا رہا۔

جامعہ بنوری ٹاؤن سے استعفاء

ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ/جنوری ۱۹۸۴ء میں وہاں سے مستعفی ہوگیا۔ استعفاء دینے سے جامعہ کے ساتھ میرا ضابطہ کا تعلق تو ختم ہوگیا مگر قلبی رابطہ بدستور باقی رہا اور اب تک باقی ہے۔ جامعہ کے اساتذہ اور ذمہ داران سے ملاقاتیں رہیں اور وہاں میری آمد و رفت ہوتی رہی۔ سب سے مخلصانہ تعلقات ہیں اور انشاء اللہ تادمِ مرگ باقی رہیں گے۔ جامعہ کے اساتذہ اور ذمہ دار حضرات اور طلبہ بھی آتے جاتے رہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اخلاص باہم قائم ہے۔ ضابطہ کی علٰحدگی کا کوئی اثر اس پر نہیں پڑا۔

جامعہ مدینۃ العلوم، نیٹال کالونی کراچی میں افتاء کی اعزازی خدمت

کراچی پہنچنے کے تقریباً چار سال بعد جامعہ مدینۃ العلوم نیٹال کالونی اورنگ آباد کراچی نمبر ۱۸ کے ذمہ دار حضرات نے مجھ سے یہ فرمائش کی کہ میں جامعہ مذکور کا "مفتی" بننا منظور کر لوں اور ان کی درس گاہ کی طرف سے حسبۃً للہ افتاء کی خدمت انجام دوں۔ میں نے ان کی فرمائش قبول کر لی اور تاایں دم میں جامعہ مذکور کا اعزازی مفتی ہوں۔

موجودہ مشاغل

جامعۃ العلوم الاسلامیہ (علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵) کی خدمت سے سبکدوش ہو کر اپنے مکان ہی پر مقیم ہوں۔ تصنیف و تالیف کا کام حسبِ سابق جاری ہے۔ جامعہ مدینۃ العلوم کی خدمت افتاء بھی انجام دیتا رہتا ہوں۔

فقط، احقر محمد اسحٰق صدیقی عفا اللہ عنہ.........۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/۱۰ نومبر ۱۹۸۸ء

(منقول از.....پندرہ روزہ "الاحرار" لاہور لو سمبر ۱۹۸۸ء)

مفکرِ اسلام حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی رحمہ اللہ کی چند اہم تصانیف

(۱) اظہارِ حقیقت (۳ جلدوں میں) (۲) اسلام کا سیاسی نظام (۳) دینی نفسیات (۴) تنویر العینین فی تفسیر المعوذتین (۵) نور حیات (۶) التنویر (۷) الفکرۃ السنّۃ والحاجۃ الیہا (۸) ایمان و ایمانیات (۹) مسئلہ ختمِ نبوت علم و عقل کی روشنی میں (۱۰) اسلامی ذہن (۱۱) حفاظت دین کا فریضہ (۱۲) BEHIND THE CURTAIN (پردے کے پیچھے) (۱۳) اسلامی عبادات (۱۴) اسلامی عقیدہ اور فکر و نظر (۱۵) آخری نبی (۱۶) تجدیدِ سبائیت ....اور، متعدد مطبوعہ و غیر مطبوعہ مقالات و تالیفات

(بقیہ از ص ۳۲)

کنوں نے سیاسی کاموں کے لئے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کر کے پاکستان کے ساتھ اپنی محبت و وفاداری کا اظہار کیا۔ اگرچہ جماعت تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کی ہم نوا نہیں تھی تاہم قیام پاکستان کے بعد اس کے استحکام کے لئے اتنی ہی مخلص ہے جتنا کوئی دوسرا اس کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ اس وقت پاکستان کے جو بھی سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالات ہیں یہ اس بین الاقوامی سازش کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد اسلام کی فرماں روائی کا راستہ روکنا ہے تاکہ اگلے مرحلے اتحاد بین المسلمین کی منزل تک نہ پہنچا جا سکے اس وقت مجلس احرار ایک نئے جذبہ اور جوش کے ساتھ، جو احرار کی روایت ہے اپنے دیرینہ مطالبہ حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد میں مصروف کار ہے اور اس کی تمام تر جدوجہد کا ماحصل یہ ہے کہ پاکستان کی اس دھرتی جو دراصل اللہ کی دھرتی ہے پر اللہ کا قانون نافذ ہو۔

بشکریہ، روزنامہ جنگ لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۹۵ء پروفیسر خالد شبیر احمد

۲۹ دسمبر ..... مجلس احرار اسلام کا یوم تاسیس

مجلس احرار اسلام، ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء کو حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں اس وقت قائم ہوئی جب تحریک خلافت کو توڑ دیا گیا تو مفکر احرار چودھری افضل حق کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا جس میں مولانا ظفر علی خان، مولانا داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، غازی عبدالرحمٰن امرتسری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے احرار کے بانی ارکان کے طور پر شرکت کی اور اسی اجلاس میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بانی صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۲۹ء سے لے کر ۱۹۳۹ء تک مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے کئی معرکہ آرا تحریکوں میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ احرار ہی ان تحریکوں کے محرک قرار پائے۔ ان تحریکوں میں تحریک نمکین، تحریک کشمیر، تحریک کپور تھلا، تحریک مدح صحابہ، تحریک فتنہ راج پال، تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ، تحریک مسجد شہید گنج، تحریک قادیان اور ایسی کئی دوسری تحریکیں شامل ہیں۔ احرار کی ان تحریکوں کا ہی اثر تھا کہ مجلس احرار بہت جلد برصغیر پاک و ہند کی فعال ترین جماعت کے طور پر مطلع سیاست پر ابھری۔ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں احرار کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی تھیں کیونکہ احرار برصغیر پاک و ہند کے ادنیٰ اور متوسط طبقے کے شہریوں کی ایک ایسی تحریک تھی جس میں جوش و جذبہ وافر تھا۔ ان میں سیاست کی یک رنگی کے بجائے رفاقت کی ہم رنگی کا جذبہ کارفرما تھا۔ احرار اینٹی برٹش ذہن کا چلتا پھرتا اشتہار تھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے لے کر احرار کے ادنیٰ کارکن تک سبھی اینٹی برٹش ذہن کے وارث، مذہب میں حکومت الٰہیہ کے مبلغ، ثقافت میں اسلامیات کے دلدادہ، معاشیات میں دولت کی برابر تقسیم کے داعی غرض کہ وہ اپنی تمام تر جدوجہد اور تحریک کو مذہب کے اندر ہی رکھتے تھے اور آج بھی اسی فلسفہ پر قائم ہیں۔ یہی وہ عوامل ہیں جن کی بنا پر کانگریس اور لیگ احرار کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ دونوں جماعتیں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے گرد گھومتی تھیں اور دونوں احرار کو ایک عوامی قوت خیال کرتے ہوئے انہیں اپنا سیاسی رقیب خیال کرتی تھیں اور خود انگریز حکمران بھی احرار کو اپنے لئے ایک مہلک اور ضرر رساں تحریک کے سمجھ کر اس سے خائف رہنے لگے۔ تحریک کشمیر کی کامیابی نے تو برطانوی حکومت کی آنکھیں کھول دیں اور اس تحریک کا عوام میں راستہ روکنے کے لئے مختلف سازشوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ جس کا عملی مظاہرہ ان طاقتوں نے مسجد شہید گنج کے تنازعہ کے دوران کیا کہ اگر احرار سامنے آئیں تو انہیں پوری طاقت و قوت کے ساتھ کچل دیا جائے اور اگر تحریک میں شامل نہ ہوں تو انہیں بدنام کر دیا جائے بہرحال یہ دور احرار کے لئے انتہائی کٹھن دور تھا جسے مجلس احرار اسلام نے انتہائی حوصلے کے ساتھ برداشت کیا۔ مسجد شہید گنج کی سازش کی تفصیلات شورش کاشمیری کی کتاب "بوئے گل نالہ

دل دود چراغ محفل" اور مولانا مظہر علی اظہر کی کتاب "خوفناک سازش" میں موجود ہے۔

احرار نے جس ہمت اور شجاعت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے سیاسی سفر کو جاری رکھا اس کے اپنے چھوڑ بیگانے بھی معترف ہیں۔ "ماڈرن اسلام ان انڈیا" کے مصنف ڈبلیو سی سمتھ لکھتے ہیں۔

"احرار کی قربانیوں اور جدوجہد کے سامنے کانگریس جیسی عظیم جماعت بھی ماند پڑتی دکھائی دیتی ہے۔ احرار ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیائے اسلام کی پہلی سوشلسٹ تحریک تھی۔

"اگر تو ڈبلیو سی سمتھ نے ادنٰی اور متوسط طبقہ کی نمائندہ جماعت کے حوالہ سے سوشلسٹ لکھا تو کسی حد تک تسلیم کیا جاسکتا ہے ورنہ احرار مکمل طور پر دینی جماعت تھی اور ہے۔ کیونکہ احرار جس جذبے سے سرشار تھے وہ جذبہ ایک دینی جذبہ تھا جسے بروئے کار لاتے ہوئے وہ انگریزی اقتدار کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ ان کے دلوں میں دینی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات راسخ ہوچکی تھی کہ مسلمان کبھی غلام نہیں رہ سکتا۔ غلامی پر اکتفاء یا قناعت کر لینا مسلمان کی موت کے مترادف ہے۔ جس ملت نے پوری انسانیت کو ہر نوع کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ اور رسول ﷺ کی غلامی میں لاکھڑا کرنا ہے، وطن، نسل، زبان، تہذیب کے بتوں کو یکسر پاش پاش کر کے پرچم اسلام کو سربلند کرنا ہے وہ اگر خود غلام ہوجاتی ہے تو اس سے کتنے بڑے نقصان اور ناقابل برداشت سانحہ کا خدشہ ہے۔

احرار اپنے سیاسی پس منظر میں سید احمد شہید کی تحریک جہاد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی شیخ الھند مولانا محمود حسن کی تحریک ریشمی رومال اور تحریک خلافت سے شدید متاثر تھے اور اسی رخ پر اپنے مجاہدانہ کارناموں سے ہندوستان کی سیاسی تحریک رقم کر رہے تھے۔

۱۹۴۲ء میں مجلس احرار نے سہارن پور کے مقام پر قرار داد حکومت الٰہیہ پاس کی اور حکومت الہیہ کے قیام کو پاک وہند کے مسلمانوں کی منزل قرار دیا۔ مسلم لیگ ان دنوں علیحدہ وطن کی کوشش میں مصروف تھی جبکہ احرار متحدہ ہندوستان کے حق میں تھے۔ احرار مسلم لیگ آویزش فطری امر تھا۔ دونوں کے درمیان کھنچاؤ اور تناؤ اپنے عروج پر تھا کہ احرار نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان بھی کر دیا جس نے مسلمانوں کی دونوں جماعتوں کے درمیان اختلاف کی اس خلیج کو اور وسیع کر دیا حالانکہ احرار ہائی کمانڈ میں سے ایک مؤثر گروہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تجویز پر مسلم لیگ کے خلاف انتخابی میدان میں اترنے کے حق میں نہیں تھا مگر اکثریت کا فیصلہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ انتخابی سیاست کے بعد احرار نے ۱۹۴۶ء میں ہی مسلم لیگ سے تعاون کی قرار داد پاس کر دی جو مخالف آوزوں میں دب کر رہ گئی۔ لیکن جنوری ۱۹۴۹ء میں مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان کے بعد باقاعدہ منظم طریقے سے لاہور میں جماعت کی سیاسی سرگرمیوں سے کنارہ کشی کر کے اپنے آپ کو مذہبی کام تک محدود کرنے کا اعلان کیا۔ یوں تو اس اعلان کے مطابق مجلس احرار نے سیاسی میدان میں مسلم لیگ کا حریف بننے کی بجائے اس کے حلیف ہونے کا اعلان کیا تاکہ مسلم لیگ نوزائدہ مملکت کے مسائل سے باآسانی عہدہ برآ ہوسکے۔ بعض احرار کار

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

طنزومزاح

ساغراقبالی

زبان میری ہے بات انکی

☆ ۱۹۹۵ء پنجاب میں ۱۱۱۷ عصمتیں لٹ گئیں (ایک خبر)
غریبوں کی عصمتیں لٹی ہیں نا! حکمرانوں کی لٹتیں تو......

☆ نکئی کی طرف سے شیر پاؤ کو دی جان والی بھینس بیمار پڑ گئی۔ (ایک خبر)
ان شاء اللہ! دودھ پینے والے بھی نہیں بچیں گے۔

☆ وزیراعظم کو تعلیمی سرچارج لگانے کا منصوبہ پیش کر دیا ہے (محبوب الحق)
بس! تہاڈی کسر رہ گئی سی باقی بادشاہو!

☆ کراچی کی صورت حال خراب نہیں۔ (بے نظیر)
بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے۔

☆ ہیڈ رسول میں شکار سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ دوبارہ آؤں گا۔ (صدر لغاری)
سن لے بھائی! دو لاکھ ساڑھے بارہ ہزار کی ایک مرغابی صدر نے کھائی۔

☆ قومی اسمبلی کے انتخابات سے طاقت کے ذریعے روکا گیا۔ (ایم کیو ایم)
اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

☆ پولیس والے زیر حراست عورتوں کو ریپ کرتے ہیں۔ (ایمنسٹی)
ان کی اپنی ماں بہن نہیں ہوتی ہو گی۔

☆ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی۔ (بے نظیر)
"کیسا خدا کیسا رسول؟ پیسہ خدا پیسہ رسول!"

☆ پاکستان کے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر کو ریٹائر کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ (ایک خبر)
اپنے محسن ہندوستان کو خوشی کرنے کے لئے!

☆ دنیا میں دفاعی اخراجات پر ۱۳ کھرب ڈالر سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔ اسلحے کی تجارت میں امریکہ کا حصہ ۷۰ فیصد ہے (ایک خبر)
انسانی حقوق کا نام نہاد علمبردار۔ دنیا کا سب سے بڑا راہزن گیر۔

☆ چٹھہ اور شجاعت بغل گیر ہو گئے (ایک خبر)
ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

☆ شکار کھیلنے سے صحت اچھی ہے۔ (نکئی)

قوم کی عزت اور قوم کی دولت کا شکار..... ؟ تف ہے تم پر!

☆ اپوزیشن میں جرأت ہے تو حکومت کے خلاف عدم اعتماد لائے! (شیخ رفیق)

قتل و غارت گری، عریانی فحاشی، لادینیت، گرانی اور بدامنی شرم والے کے لئے کافی نہیں ؟

☆ کسی کو عوام کا پیسہ نہیں کھانے دیں گے (بے نظیر)

تسبیح دے دانے سُٹی جا، تے ستی قوم نوں لُٹی جا!

☆ وزراء پر کچھ خرچ نہیں آتا۔ (وزیر اعلیٰ نکئی)

ہور او بے بے کولوں لے کے اوندے نے!

☆ وزیر داخلہ یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔ (فضل الرحمن)

بے نظیر کس کی ایجنٹ ہے مولانا؟

☆ میں پیدا ہی محل میں ہوئی تھی۔ (بے نظیر)

غریبوں کو بے وقوف بنانے کے لئے۔

☆ ڈش انٹینا کے ہوتے ہوئے پی ٹی وی پر فحاشی کو کیسے روکا جاسکتا ہے۔

(اقبال احمد خان۔ چئیرمین اسلامی نظریاتی کونسل)

☆ اسمبلیوں میں شرابی اور وطن فروش بیٹھے ہیں۔ (ملی یکجہتی کونسل)

☆ لاہور میں ایک بچی کا کلاسیکل رقص۔ مولانا عبدالقادر آزاد فرزمان کے ساتھ سٹیج پر براجمان تھے (ایک خبر)

☆ نماز شروع سے آخر تک رقص ہے۔ ("دی نیوز" میں رقاصہ کے بیٹے نادر مفتی کی تے)

پاکستان بنانے کے مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔

☆ امریکہ کو مداخلت نہیں کرنے دیں گے (بے نظیر)

اپنی اوقات میں رہیں۔

☆ امریکہ نے کراچی کے بارے میں اپنی تجویز پر پاکستان کا احتجاج مسترد کر دیا (ایک خبر)

سوری سر! ہم اسی تنخواہ پر کام کریں گے۔

☆ پچاس سال میں لعنتیں اکٹھی ہوئیں (فخر امام)

اور وہ بھی اسمبلی میں!

☆ نوابزادہ صاحب! آپ کے مزاج میں تو حسن پرستی نہ تھی۔ (نذیر طارق)

ہتوں کی جانے بھولئے قمیے انار کلی دی شاناں

☆ غربت کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ (وی اے جعفری)

نہیں غریب کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

☆ عوام سے بے نظیر کی محبت بیان سے باہر ہے (خالد کھرل)

جو قابلِ بیان ہے وہی بتادیں۔

☆ اس عمر میں اپنا منہ کالا نہیں کرنا چاہتا (وزیر اعلیٰ نکئی)

جوانی میں جو منہ کالا کیا اس کی کالک اترے تو.......

☆ ہر غریب بچہ بلاول ہے۔ اور میں بلاول کی ترقی چاہتی ہوں۔ (بے نظیر)

یا اللہ بلاول کو کوچوان بنا دے (آمین)

☆ ادیب۔ دانشور اور شاعر قوم کا سرمایہ ہیں (فخر زمان)

دھوم چھاؤں کی پیداوار، قوم کا سرمایہ؟ لعنت بر پدر فرنگ!

☆ پنجاب اسمبلی کے ایک دن کے اجلاس پر ۴۵ لاکھ کا خرچ۔ (ایک خبر)

حاصل وصول۔ صرف گالی گلوچ!

☆ بھارت نے مجھے استعمال کرنے کے بعد ٹھکرا دیا ہے۔ (تسلیمہ نسرین)

تم یورپ کے بھی زیر استعمال ہو۔

☆ حکومت سے تعاون ختم ہو چکا۔ (فضل الرحمن)

چل مداری! کھیل ختم، پیسہ ہضم

(بقیہ از صفحہ ۳۹)

اس سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی للّٰہیت اور خلوص و عظمت کے نقوش دلوں پر ثبت ہو گئے۔ امیر شریعت کے اس طرز عمل نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ جذبے اگر سچے ہوں، دل کھوٹ سے خالی ہوں اور مقصد سے لگن ہو تو ذاتی و جماعتی انا اور دشمنیاں کس طرح قربان کی جاتی ہیں۔ اب وہ پر خلوص، جری و بہادر مستقل مزاج، ذاتی و جماعتی اغراض و لالچ سے مبرا راہنما اور علماء حق کہاں؟

—— اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

مفکر احرار چودھری افضل حق کی تین شاہکار کتابوں کا مجموعہ

دیہاتی رومان

معشوقۂ پنجاب

شعور

قیمت [illegible] روپے

عظیم مجاہد آزادی، فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید

● سوانح ● افکار ● خدمات

مؤلف: محمد عمر فاروق۔ صفحات ۲۰۴۔ قیمت: -/۱۵۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

ماضی کے جھروکے سے

تحریر: محمد یعقوب اختر

ترتیب: شیخ عبدالمجید احرار امرتسری

احرار اور تحریکِ تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء (قسط دوم)

اس تاریخی اور کامیاب جلوس کے بعد انتظامیہ نے اپنی خفت مٹانے کے لئے جھوٹی اور بے بنیاد رپورٹوں کی بناء پر احرار کارکنوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ایک روز مولانا عبیداللہ احرار مرحوم کو ایس۔ پی کا پیغام ملا کہ اپنے چیدہ چیدہ ساتھیوں کو لیکر سہ پہر میری کوٹھی پر ملاقات کریں۔ چنانچہ مولانا عبیداللہ احرار مرحوم اپنے ساتھیوں خواجہ جمال الدین بٹ مرحوم، صدر مجلس احرار اسلام لائلپور۔ مرزا غلام نبی جانباز مرحوم، مولانا تاج محمود مرحوم، شیخ خیر محمد مرحوم، شیخ عبدالمجید اور راقم محمد یعقوب اختر کو ساتھ لے کر ایس پی کی کوٹھی پر لے گئے۔ ہمیں لان میں کرسیوں پر بٹھایا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایس پی خان عبیداللہ خاں بغل میں رول دبائے کمرے سے برآمد ہوئے اور بغیر دعا سلام کے ہماری کرسیوں کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے انتہائی غصہ آور اور تحکمانہ لہجہ میں گویا ہوئے کہ تم لوگ شہر میں دنگا فساد کرنے کی سازش کر رہے ہو۔ لیکن یاد رکھو میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتا اور آپکو وارننگ دیتا ہوں کہ یہ فرقہ وارانہ کشید گی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بن سکتی ہے۔ تم جانتے نہیں ہو! میں نے بڑے بڑوں کو سیدھا کر دیا ہے!

مولانا عبیداللہ احرار نے اٹھ کر ایس پی صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا.........

"خان صاحب رمضان کا مہینہ ہے اور ہم دوست الحمدللہ روزہ دار ہیں۔ افطاری کا وقت قریب ہے اور میں اپنے رفقاء کو لیکر واپس جا رہا ہوں! ہم احراری اس قسم کی دھمکی آمیز باتیں سننے کے عادی نہیں ہیں اگر مجھے آپ کے اس رویہ کا اندازہ ہوتا تو ہم ہرگز آپکے بلانے پر نہ آتے اور جیل ہمارے ملئے کوئی نئی بات نہیں نہ ہم سازشی ہیں نہ فسادی۔ اعلائے کلمۃ الحق ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور یہ ہم کرتے رہیں گے"!

یہ سن کر ایس پی کے ہوش ٹھکانے آگئے۔ مولانا عبیداللہ احرار کو پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا "مولانا آج افطاری اس فقیر کے ڈیرے پر کریں!" ایس پی کی تدبیر الٹی ہو گئی اور توقع کے برعکس جواب سن کر منت سماجت پر اتر آیا۔ مولانا کو اس کی حالت پر رحم آگیا اور وہ بیٹھ گئے۔ ہمیں کہا آپ تشریف رکھیں۔ مجھے ضروری بات کرنا ہے! کیونکہ ہم سب جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور ملازم کو شربت وغیرہ کا انتظام کرنے کو کہا۔

افطاری اور نماز کے بعد ایس پی نے دریافت کیا آپ میں یعقوب اختر کون ہے؟ جس پر ہم سب نے کان کھڑے کئے اور ایک دوسرے کو متجسانہ نظروں سے دیکھنے لگے اور میں خاص طور پر نروس ہوا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟

مولانا عبیداللہ احرار نے کہا آپ خاص طور پر یعقوب اختر کا کیوں پوچھ رہے ہیں! اگر کوئی شکایت یا خاص بات ہے تو آپ مجھ سے بات کریں میں پوری جماعت کی طرف سے ذمہ دار ہوں۔ لیکن ایس پی بضد رہا کہ پہلے آپ یعقوب اختر کا تعارف کرائیں۔ مولانا عبیداللہ احرار نے ایس پی کے اصرار پر میری طرف اشارہ کیا۔ میں اس وقت کلین شیو اور پینٹ بوشرٹ میں ملبوس تھا۔ ایس پی خان عبیداللہ خاں مجھے دیکھ کر پریشانی کے عالم میں سوچنے لگا اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم..... نے مرزائیوں کے مکانوں اور دکانوں کو آگ لگانے کا جو منصوبہ بنایا ہے اسکا ہمیں علم ہو گیا ہے!

میں اس قسم کی کوئی حرکت برداشت نہیں کروں گا۔ مولانا عبیداللہ احرار فوراً اپنی نشست سے اٹھے اور ایس پی سے مخاطب ہو کر اسکی پرزور اور واضح الفاظ میں تردید کی اور کہا کہ.....

"ہم یقیناً مرزائی اور انکے حواریوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن کسی بھی سازش کے ہم مخالف ہیں۔ یعقوب اختر ہمارا ذمہ دار ساتھی ہے جو آگ لگانا تو دور کی بات ہے ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجلس احرار اسلام ۱۹۳۴ء سے مرزائیوں کے تعاقب میں ہے۔ ہماری تاریخ شاہد ہے کہ ہم نے ہمیشہ مرزائیت کو بر سر عام میدان میں للکارا ہے۔ سازش ہمارا شیوہ نہیں! نہ ہم بزدل ہیں کہ گھناؤنے قسم کا کوئی ہتھکنڈہ استعمال کریں"۔

میں نے بھی بتایا کہ یہ بے بنیاد الزام کسی مرزائی یا مرزائی نواز کا خانہ ساز ہے جسکا علم مجھے آپ کے بتانے پر ہی ہوا ہے! اس مسئلہ پر کافی دیر بحث و تمحیص ہوئی اور بالآخر ایس پی نے لاجواب ہو کر کہا کہ مجھے یہی رپورٹ کی گئی تھی اس طرح یہ بات رفت گذشت ہوئی ورنہ اس جھوٹے کیس میں مجھے پھنسا لیا جاتا۔

سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے ہرکارے اپنا امیج بڑھانے اور کارروائی ڈالنے کے لئے ایسی ہی غلط رپورٹیں کرتے اور ان رپورٹوں کا سہارا لیکر احرار کارکنوں کو جھوٹے مقدمات میں پھانسا جاتا تھا۔

آل مسلم پارٹیز کنونشن اور حضرت امیر شریعت کی عظمت:

۱۳ جولائی ۵۲ء کا دن بھی بہت اہمیت کا حامل ہے کہ اس دن برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی گیٹ لاہور میں "آل مسلم پارٹیز کنونشن" کے نام سے ایک تاریخ ساز اجتماع مجلس احرار اسلام کی مساعی جمیلہ سے منعقد ہوا۔ جس میں دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث علماء کرام، بڑے بڑے پیران عظام اور گدی نشینوں نے ایک چھت کے نیچے بیٹھ کر ملت واحدہ کا عملی مظاہرہ کیا۔ اور مغرب زدہ، کمیونسٹ اور دین کا تمسخر اڑانے اور علماء کی تضحیک کرنیوالوں کی زبانیں گنگ کر دیں۔ اجتماع کے مدعوین میں مولانا محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پنجاب، مولانا غلام محمد ترنم امرتسری (بریلوی)، مولانا مفتی محمد حسن (دیوبندی) جامعہ اشرفیہ۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری انجمن خدام الدین۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی (اہلحدیث) مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری (تنظیم اہلسنت)۔ سید مظفر علی شمسی (تحفظ حقوق شیعہ) شامل تھے۔

اسکا دعوت نامہ مولانا غلام غوث ہزاروی نائب صدر مجلس احرار اسلام پاکستان کے دستخطوں سے جاری ہوا تھا۔ یہ بھی حضور شافع محشر کی ختم المرسلینی کا ہی معجزہ تھا جو مجلس احرار اسلام کے ذریعہ وقوع پذیر ہوا۔ اور وہ علماء کرام جو ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے بھی روادار نہیں تھے۔ جن کی زبانیں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے نہیں تھکتی تھیں، جس کی غلط روی کی وجہ سے امت مسلمہ افتراق وانتشار کا شکار ہو چکی تھی، ۱۳ جولائی ۵۲ء کے اس اجلاس کی بدولت اپنے تمام تر فروعی اختلافات کو طاقِ نسیاں کر کے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ اور ناموسِ رسالت ﷺ کے لئے مرزائیت اور مسلم لیگ کی مرزائی نواز حکومت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی۔

اور جو لوگ حکومت کے ایماء یا کسی اور مصلحت کا شکار ہو کر اس باہمی اتحاد سے گریزاں رہے انکو عامۃ المسلمین نے رد کر دیا۔ انکے جلسے ویران اور جمعہ کے اجتماعات میں حاضری نہ ہونے کے برابر رہ گئی!

برکت علی ہال کے اندر اور باہر مجلس احرار اسلام کے مستعد اور تجربہ کار رضا کاروں کا کنٹرول تھا، جنکی کمان چودھری معراج الدین سالار اعلیٰ کر رہے تھے ان کے انتظام و انصرام کا یہ عالم تھا کہ حکومتی اور مخالفین کی کوششوں کے باوجود مدعوین کے سوا کوئی اور ہال میں داخل نہ ہو سکا۔ بندہ بھی اس اجلاس میں مجلس احرار اسلام لائل پور کے وفد جو اجلاس کے انتظام میں اعانت کے لئے شریک ہوا شامل تھا۔ اجلاس کی صدارت مفتی محمد حسن صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور نے کی۔ تمام ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اگلی قطار میں پیرانِ عظام، سربراہانِ جماعت اور دیگر علماء کرام تشریف فرما تھے۔ پیچھے دیگر مدعوین حضرات کرسی نشین تھے۔ سب سے آخر میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تشریف لائے۔ ہال میں داخل ہوئے تو تمام حاضرین آپ کے اعزاز واستقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپنے بلند آواز میں السلام علیکم کہا۔ آپکو اگلی نشست پر جلوہ افروز ہونے کے لئے لایا گیا تو مولانا محمد علی جالندھری نے آپ کے کان میں بتایا کہ دائیں جانب حضرت پیر مہر علی شاہ کے صاحبزادہ غلام محی الدین عرف بابو جی آف گولڑہ شریف کرسی پر براجمان ہیں! تو شاہ جی وہیں سے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر بابو جی کے گھٹنوں کی طرف نیچے جھکے لیکن بابو جی تڑپ کر اٹھے اور شاہ جی کے جھکے ہوئے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیکر گلے سے لگا لیا اور بے ساختہ کہا شاہ جی یہ کیا؟ مگر امیر شریعت نے گلو گیر آواز میں کہا "توں تے میرا پیر زادہ ایں" اور ساتھ ہی "کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء" پڑھنے لگے! آپ دونوں کے ساتھ دیگر شرکائے اجلاس اکابر بھی بہت متاثر ہوئے فرطِ جذبات سے اکثر کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

حضرت امیر شریعت کی اس انکساری نے دیکھنے والوں کے دلوں پر اپنے خلوص کا سکہ بٹھا دیا اور حاضر سینکڑوں علماء کرام اور پیران عظام کو آپکی عظمت کا برملا اعتراف کرنا پڑا۔

سرگودھا میں ہڑتال، لاہور دھلی دروازہ کا جلسۂ عام اور شاہ جی کا اخلاص

۱۶ فروری ۱۹۵۳ء کو وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین نے پنجاب کے دورہ پر سرگودھا ہوتے ہوئے لاہور آنے کے پروگرام کا اعلان کیا۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے موقع کی مناسبت سے مرزائیوں کے خلاف عوامی ردّ عمل کا مظاہرہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ تاکہ مرزائی وزیر خارجہ سر ظفراللہ کی علیحدگی اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق مسلمانوں کے متفقہ مطالبات سے حکومت کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہے اور عوامی جذبات کی شدّت اور مسئلہ کی نزاکت سے آگاہ ہو جائے۔ چنانچہ لاہور اور سرگودھا کے شہروں میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مطالبات کے حق میں زبردست ہڑتال ہوئی نیز مجلس عمل کی طرف سے لاہور کے باغ بیرون دھلی دروازہ میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام کا انعقاد کیا گیا۔

مجلس کی صدارت حاجی ترنگزئی پیر محمد امین صاحب امیر جماعت ناجیہ سرحد نے کی۔ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سراپا احتجاج بن کر حکومت کو اپنے سیلاب میں بہالے جانے کے لئے بے چین، مضطرب اور بے قرار۔ مرزائیت مردہ باد مرزائی نواز حکومت مردہ باد۔ مرزائی وزیر خارجہ کو برطرف کرو۔ اور "قائد قلت مردہ باد(۱) کے فلک شگاف نعرے لگا کر اپنے جذبات کی شدّت کا اظہار کر رہا تھا اور اپنے قائدین کے حکم پر ہر قسم کی قربانی دینے کا برملا اعلان کر رہا تھا۔

حضرت امیر شریعت نعروں کی گونج میں خطاب کر رہے تھے کہ سٹیج کی پچھلی جانب سے مولانا اختر علی خاں اڈیٹر روزنامہ زمیندار اپنے والد ماجد مولانا ظفر علی خاں کو سہارا دیکر سٹیج پر چڑھے۔ کسی نے حضرت امیر شریعت کو بتایا آپکی پچھلی جانب سے مولانا ظفر علی خاں کو لایا جا رہا ہے!

لوگوں نے یہ تاریخی منظر بھی دیکھا کہ خلوص کا پیکر، ختم الرسلین ﷺ کا سچا شیدائی وفدائی، قائد احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، احرار کے قاتل اخبار زمیندار لاہور کے مالک و مدیر مولانا ظفر علی خاں کے تاریخی جھوٹ و اتہامات، سازشوں اور ناقابلِ فراموش زیادتیوں کو محض آقائے نامدار ﷺ کی ختم الرسلینی اور ناموس کے تحفظ کے لئے سب کچھ پس پشت ڈالکر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے فوری طور پر تقریر روک کر کرسی سے اٹھتا ہے اور مڑ کر پچھلی جانب سے آنیوالے ظفر علی خان کو گلے لگا کر پیشانی کو بوسہ دیتا ہے۔ لوگوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ماضی کے دونوں حریفوں کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور دیکھنے والے ہزارہا آدمیوں کے دل بھی بھر آئے! شاہ جی نے ظفر علی خان کو مخاطب ہو کر فرمایا:

"تیرے "ستارۂ صبح" نے میرے جگر میں آگ لگا دی تھی"

(۱) خواجہ ناظم الدین کو گندم کی قلت پیدا کرنے کی وجہ سے عوام طنزاً "قائدِ قلت" کے نام سے پکارتے۔

کاروانِ احرار منزل بہ منزل

○ جمہوریت عقل انسانی کی اختراع اور ابلیس کا وسوسہ ہے

○ صرف قرآنی نظام کو اپنا کر ہی عظمتِ رفتہ حاصل کی جاسکتی ہے

حاصل پور میں تیرہ روزہ سالانہ اجتماعاتِ احرار سے سید عطاء المؤمن بخاری کے خطابات

مجلس احرارِ اسلام حاصل پور کے زیر اہتمام گزشتہ سات برسوں سے سالانہ تبلیغی، اصلاحی اجتماعاتِ احرار منعقد ہو رہے ہیں۔ امسال بھی مختلف علاقوں میں حسبِ روایت تیرہ روزہ ساتویں سالانہ اجتماعاتِ احرار منعقد ہوئے۔ جن میں مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے روح و رواں ابن امیر شریعت حضرت حافظ سید عطاء المؤمن بخاری دامت برکاتہم نے خطاب کیا۔ ان کے علاوہ مقامی احرار رہنما جناب ابو سفیان محمد اشرف تائب صاحب، ابو معاویہ حافظ محمد کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا محمد زمان صاحب، حضرت مولانا محمد صفدر عباس صاحب، جناب سید ابو حفصہ بخاری صاحب، جناب حافظ ہارون الرشید صاحب اور دیگر حضرات نے بھی خطاب کیا۔ یہ اجتماعات مقررہ تاریخوں میں درج ذیل مقامات پر پوری شان و شوکت سے منعقد ہوئے۔

۹ دسمبر جامع مسجد چک نمبر ۱۰ فور ڈواہ، ۱۰ دسمبر بستی فریدیاں چاہ نواں، ۱۱ دسمبر ہٹھاڑ بھینی راندانوالی، ۱۲ دسمبر پل پھٹیاں والی، ۱۳ دسمبر موضع شاہ علی غربی، ۱۴ دسمبر چک نمبر ۶۰/۶۱، ۱۵ دسمبر جامع مسجد عثمانیہ حاصل پور شہر، ۱۶ دسمبر مدرسہ تعلیم القرآن عزیزیہ قائم پور شہر ۱۷ دسمبر مدرسہ تعلیم القرآن رحیمیہ بستی گودڑی، ۱۸ دسمبر مدرسہ فیض القرآن فاروقیہ بستی خواجہ بخش، ۱۹ دسمبر جامع مسجد قادریہ ڈونگہ بونگہ شہر، ۲۱ دسمبر جامع مسجد ریلوے نور پورہ منڈی چشتیاں، ۲۲ دسمبر چک نمبر ۶۴ فتح۔

حضرت شاہ جی مدظلہ نے اجتماعاتِ احرار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

امتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب میں قرآنِ کریم سے روگردانی سب سے نمایاں ہے۔ قرآن کریم کا مطالعہ، اس میں بتائی گئی اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر اور قرآنی نظامِ زندگی کو اپنانے سے ہی ہمارے مسائل حل ہوسکتے ہیں اور مشکلات ختم ہوسکتی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ:

اسی قرآن کو پڑھ کر، اس کے علوم و معارف میں غور و فکر کر کے اور احکام پر عمل پیرا ہو کر پہلی امت انقلاب برپا کر سکتی ہے تو آج کیونکر ممکن نہیں۔ آج بھی مسلمانوں کی تھوڑی سی توجہ سے ہمیں اپنی عظمتِ رفتہ واپس مل سکتی ہے۔

آپ نے فرمایا:

قرآنِ کریم نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے تمام امور میں رہنمائی عطاء فرمائی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ چند معاملات تو بتادیئے مگر باقی مسائل میں زمان و مکان کے حالات پر چھوڑ دیا۔ یہ بہت بڑا جھوٹ، دھوکہ اور فریب ہے اور اسی بدفکری سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر کے عملی طور پر اسلام سے دور کیا جارہا ہے۔

آپ نے فرمایا

جمہوریت کفر ساز و کفر پرور اور مشرکانہ نظام ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی اس فریب کا شکار ہو گئے ہیں، اسلام اور جمہوریت کو خلط ملط کر کے دجل و تلبیس سے کام لیا جارہا ہے۔ اسلام اور جمہوریت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جمہوریت عقلِ انسانی کا نتیجہ اور ابلیس کا وسوسہ ہے جبکہ اسلام وحی والہام کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والا اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ جب تک مسلمان اس دھوکے سے باہر نکل کر خالص دینی انقلاب کے احیاء کی جدوجہد نہیں کرتے، کامیابی ناممکن اور غیر فطری ہے۔ دینِ فطرت کو غیر فطری اصولوں کے ذریعے کبھی اور کسی معاشرے میں نافذ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت شاہ جی کے دینی اور علمی بیانات سے علاقہ بھر کے لوگوں نے گہرا تاثر لیا، اُن کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی اور ان کے دلوں میں تبلیغ دین اور حصولِ علم دین کا جذبہ بیدار ہوا۔

کئی احباب نے مجلس احرارِ اسلام کے اصول و مقاصد سے متاثر ہو کر جماعت میں شمولیت کا اعلان کیا۔

اللہ تعالیٰ مجلس احرارِ اسلام کو ترقی عطاء فرمائے اور اس کے کارکنوں کو پورے اخلاص کے ساتھ تبلیغِ دین، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

احرار ختم نبوت سنٹر کی تعمیر

جدید مرکز احرار دارالعلوم ختم نبوت اور احرار ختم نبوت سنٹر مقابل مرکزی مسجد عثمانیہ، معاویہ چوک، ھاؤسنگ سکیم چیچا وطنی۔ کی تعمیر کا کام جاری ہے ضلع ساہیوال بالخصوص علاقہ چیچا وطنی کے ساتھی خصوصی توجہ فرمائیں۔

رابطہ:۔

دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ چیچا وطنی۔

سیدنا معاویہؓ امت مسلمہ کے عظیم محسن تھے

سیدنا معاویہؓ نے اپنی چالیس سالہ حکومت میں دشمنان اسلام کو شکست سے دوچار کیا

سیدنا حسنؓ کے اسوہ اور سیدنا معاویہؓ کی سیاست کو اپنا کر امت کی شیرازہ بندی کی جاسکتی ہے

ملتان میں چونتیسویں سالانہ اجتماعِ معاویہؓ سے ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر رہنماؤں کا خطاب

اس سرزمین پاک و ہند میں اجتماع معاویہؓ کا پودا جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہ نے آج سے پینتیس سال قبل لگایا تھا۔ جو الحمدللہ آج بھی اپنے پورے عزم و استقامت کے ساتھ منعقد کیا جاتا ہے۔ ۲۹ رجب المرجب، ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۹۵ء بروز جمعہ دار بنی ہاشم ملتان میں اجتماع معاویہ منعقد ہوا۔ اجتماع کا وقت ساڑھے بارہ بجے تھا مگر باہر سے آنے والے مہمانوں کی آمد صبح ہی شروع ہو گئی۔ حسب پروگرام جلسہ سے قبل بارگاہِ رسالت مآب ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً تاریخ اسلام کے مظلوم صحابی سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ اور ان کے سرفروش سپاہی بانی تحریک مدحِ سیدنا معاویہؓ، حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں ختم قرآن پاک کر کے ہدیہ ایصالِ ثواب کیا گیا۔

جلسہ کی کارروائی تلاوت کلام پاک اور نعت و نظم سے شروع ہوئی۔

جناب سید کفیل بخاری سٹیج سیکرٹری تھے۔ انہوں نے تمہیدی کلمات کے بعد مقررین کو خطاب کی دعوت دی۔ مدرسہ معمورہ کے طلباء محمد امین اور محمد مامون نے عربی میں تقاریر کیں۔

جناب ابو معاویہ محمد یعقوب خاں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

"آج سیدنا معاویہؓ اور سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ لازم و ملزوم ہو گیا ہے۔ یہ سید ابو معاویہ ابوذر بخاری ہی تھے جنہوں نے ہمیں سیدنا معاویہؓ کی شخصیت سے کماحقہ آگاہ کیا۔ صحابہ کرام کے متعلق ہمارے عقائد کو درست کیا۔ ان کی مسلسل کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج معاویہ نام کے بچے جگہ جگہ

آپ کو ملیں گے انہوں نے کہا کہ سیدنا معاویہؓ وہ عظیم صحابی ہیں جنھیں حضور نبی کریم ﷺ نے کتابت وحی پر مامور فرمایا۔

مولانا عبد الستار جھنگوی نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ

"مشاجرات صحابہ خصوصاً سیدنا معاویہؓ وسیدنا علیؓ کے متعلق مولانا سید عطاء المحسن بخاری اور مجلس احرار کا مَوقف وہی ہے جو امت کا اجماعی موقف ہے۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ کی ذات اور شخصیت ہمارے لئے اسی طرح قابلِ احترام ہے جیسے باقی صحابہ کرامؓ۔ آج کے بہت سے نام نہاد محققین سیدنا معاویہؓ کی ذات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ خوب جان لیں کہ وہ اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص پر نبی کریم ﷺ اعتماد کریں اور آج کے دانشور انہیں خائن، خطا کار، قرآن ناشناس کہہ کر اپنے آپ کو عذاب الٰہی کی گرفت سے محفوظ رکھ سکیں۔ ہمیں چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ان کے مقام و منصب کا خیال رکھیں اور ہر ایسی بات سے احتراز کریں جو ان کے مقام کے مناسب نہ ہو۔

نماز جمعہ کے بعد ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا مفصل بیان ہوا۔ شاہ جی نے کہا۔

"سیدنا امیر معاویہؓ امت کے عظیم محسن ہیں۔ وہ نبی ﷺ کے تربیت یافتہ اور نہایت باشعور ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ وہ ایسے خوش بخت و کامران صحابیٔ رسول تھے کہ ان کی دیانت پر نبی کریم ﷺ کو بھرپور اعتماد تھا۔ سیدنا معاویہ کاتب وحی تھے، ان کی ہمشیرہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر ان کے والد کے گھر کو نبی کریم ﷺ نے دارالامن قرار دیا۔ سیدنا معاویہؓ نے مجموعی طور پر چالیس سال حکومت کی جس کی بشارت خود آنحضرت ﷺ نے یہ کہہ کر دی۔ یا معاویہ ان ولیت امراً فاتق اللہ واعدل

خلافت کی بشارت تب پوری ہوئی جب سیدنا حسنؓ نے نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی "ان ابنی ھذا سید! ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین" کے مطابق خلافت و حکومت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ اس سال کو عام الجماعت کہا گیا۔ کیونکہ تمام قبائل سیدنا معاویہؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ آج بھی انتشار و افتراق کے اس دور میں اسوۂ حسنیؓ اور سیاست معاویہؓ کو اپنانے کی ضرورت ہے ان کے نقشِ قدم پر چل کر مسلمانوں کو متحد و منظم کیا جا سکتا ہے۔ اور امت کی شیرازہ بندی کی جا سکتی ہے۔

❋

مرزا محمد واصف (خان پور)

○ مجلسِ احرار اسلام قیامِ امن کی داعی ہے

○ ہماری عزت و آبرو دین کی وجہ سے قائم ہے

○ احرار، ختمِ نبوت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے

ضلع رحیم یار خان کے سالانہ اجتماعات احرار سے ابنِ امیرِ شریعت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ کے خطبات

مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کے پندرہ روزہ سالانہ اجتماعات ۳۰ نومبر سے شروع ہو کر ۱۵ دسمبر کو اختتام پزیر ہوئے۔ ان اجتماعات سے ابنِ امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ نے خطاب کیا۔ پروگرام کے مطابق ۴ دسمبر کو آپ نے مجلس احرار اسلام خانپور کی دعوت پر ایک جلسہ سے خطاب کرنا تھا۔ دینی حلقے پیر جی مدظلہ کی آمد کے شدت سے منتظر تھے اور سارا دن راقم کے گھر ٹیلی فون کالوں کا تانتا بندھا رہا۔ جامع مسجد چوک رازی، دین کے شیدائیوں سے بھری ہوئی تھی۔ جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز قاری محمود احمد صاحب کی تلاوت کلامِ پاک سے ہوا۔ اس کے بعد حافظ محمد اکرم صاحب نے نعت رسول مقبول ﷺ پڑھ کر بے پناہ داد وصول کی۔ تب قاری محمود احمد صاحب نے مجلس احرار اسلام کے رہنما مولانا محمد اسحٰق سلیمی صاحب کو دعوت خطاب دی۔ آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں مجلس احرار اسلام کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

.... مجلس احرار اسلام قیامِ امن کی داعی ہے۔ ہماری جماعت نے بے پناہ قربانیاں دیکر طوفانوں کا رخ موڑا ہے۔ مجلس احرار اسلام ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء میں قائم ہوئی اور امیر شریعت کی قیادت میں جو کارنامے اس جماعت نے انجام دیے کوئی مائی کا لال انہیں تاریخ کے صفحات سے محو نہیں کر سکتا۔ شاہ جی کے ساتھ چند نوجوان ہی تو تھے جنھوں نے فرنگی اقتدار کی بساط لپیٹ کر رکھ دی تھی۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد گل شیر شہید، مولانا مظہر علی اظہر، قاضی احسان احمد شجاعبادی، شورش کاشمیری، احسن عثمانی، عبدالرحیم عاجز اور جانباز مرزا جیسے لوگوں نے اس جماعت کے رضا کار بن کر انگریزی نبوت کا ٹاٹ لپیٹ دیا اور ٹھیک اٹھارہ سال بعد انگریز اس ملک سے فرار ہو گیا۔ امیر شریعت نے برصغیر کے کونے کونے میں، راس کماری سے لیکر کراچی کے ساحلوں تک تحفظ ختمِ

نبوت کے مشن کے لئے مجلس احرار اسلام اور اپنی ذات کو وقف کر دیا تھا۔ شاہ جی نے انگریز سے کوئی مفاہمت نہیں کی بلکہ اس کے جبر و تشدد اور مظالم کے سامنے ڈٹے رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اب بھی اپنی جماعت کے تحت تحریک تحفظ ختم نبوت برپا کی ہوئی ہے۔ اور جب تک ایک بھی احرار کارکن موجود ہے یہ علم اونچا رہے گا (انشاء اللہ) آپ ہمارے مشن کا ساتھ دیں یا نہ دیں مگر ہمارے لئے دعا گو رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مشن پر کامیاب رکھے۔

ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اپنے دو گھنٹے کے مفصل خطاب میں فرمایا کہ "خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آج کے دور میں دین کی خاطر اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ آج بھی دین کی وجہ سے ہماری عزت، آبرو اور ہمارا بھرم قائم ہے مگر ہم نے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ قرآن کی عزت کرنا اور پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا ہے۔ مسلمانو! قرآن کو رسوا نہ کرو۔ تم میں اور ایک غیر مسلم میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

اور پھر تم نے الٰہی نظام کو چھوڑ کر انسانی نظام کو اپنایا۔ قرآنی نظام کو چھوڑ کر ایک مشرک افلاطون کے نظام کو اپنایا اگر ہم غور کریں تو یہ سب کچھ قرآن پاک میں موجود ہے۔

هذا کتبنا ینطق علیکم بالحق۔ انا کنا نستنسخ ماکنتم تعملون۔

یہ وہ کتاب ہے جسمیں تمہاری سب غلطیاں نقل شدہ ہیں۔ کوئی بھی انہیں مٹا نہیں سکتا۔

سیرت صحابہؓ پر روشنی ڈالتے ہوئے پیر جی مدظلہ نے فرمایا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نبی ﷺ کے جانثار ساتھی اور پروردہ تھے۔ نور نبوت آپ ہی کو منتقل ہوا۔ صدیق اکبرؓ تو براہ راست نبی ﷺ سے فیض یاب تھے۔ اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد ہم تمام ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں تھیں کہ میرے والد صدیق اکبرؓ تشریف لائے تو تمام ازواج مطہرات نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے بجز میرے کہ میں بیٹی تھی۔ تو پھر آج کے علماء کس رشتے سے بے نظیر کے ساتھ بیٹھے ہیں؟

آج تم کیوں گونگے ہو؟ تمہاری زبانوں پر تالے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ اختلاف رائے جرم نہیں ہے۔ تو اختلاف رائے پر چیں بجبیں کیوں ہوتے ہو؟

درود پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ درود فارسی کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں رحمت، یہ ایک دعا ہے جس میں ہم اپنے رب سے اپنے نبی ﷺ کے لئے رحمت اور برکت مانگتے ہیں۔ رب تعالیٰ ہماری دعاؤں کا محتاج نہیں ہے۔ ۷۰ ہزار فرشتے صبح اور شام رحمت کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔ ان کی ڈیوٹی ہماری بخشش کے لئے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ اسکا احسان نہیں رہنے دیتا۔ اسکو انعام میں دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں، اسکے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے۔

من صلیٰ علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیاً ابلغتہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر دور سے درود پاک پڑھتا ہے۔ فرشتے اسے میرے پاس پہنچاتے ہیں۔ اور جو میری قبر پر آکر پڑھے گا وہ میں خود سنوں گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اب تو آپ ہم میں موجود ہیں جب آپ مٹی میں ہوں گے تو پھر آپ کیسے سنیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ اس لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ قبر مبارک میں موجود ہیں اور وہ درود جو ہم وہاں اُن کی قبر پر پڑھتے ہیں، سماعت فرماتے ہیں۔ وہ حیات کیسی ہے؟ یقیناً دنیاوی حیات سے مختلف ہے اور ہمیں اسکا علم نہیں۔ اللہ جانے اور اسکا نبی جانے۔ ہمیں تو بس ماننے کا حکم ہے تحقیق و جستجو کا نہیں۔ آپ ﷺ کے روضۂ اطہر پر درود یوں پڑھا جاتا ہے۔

اسلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے معراج کی رات آپ کو درود پڑھنا سکھایا کہ اپنی امت کو تعلیم فرما دیں اور اس مبارک رات کی نسبت سے اسے نماز میں شامل کر دیا تاکہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے۔

کوئی بھی آدمی محض مطالعہ کے زور پر محدث و مفتی نہیں بن سکتا نہ ہی کوئی آدمی اپنی رائے کو دین میں حجت بنا سکتا ہے۔ آج میاں طفیل بھی کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اگر کسی نے قرآن سمجھا تو وہ مودودی تھا۔" جماعت اسلامی والو! اس بڈھے کا دماغ ٹھیک کرلو۔ آپ ﷺ نے تو معاویہؓ بن ابی سفیان، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے لئے رب سے دعا فرمائی، یا اللہ! انہیں تو کتاب کا علم دے دے۔

جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کی توہین کرے گا ہم اسکا احترام کرنے سے قاصر ہیں۔ نبی ﷺ نے غلط لوگوں کو اپنا نمائندہ نہیں بنایا۔ آپ ﷺ نے معاویہؓ کو کاتب وحی بنایا۔ ان کی بہن کو ازواجِ مطہرات کی صف میں شامل کیا۔ معاویہؓ کا احترام کرو ورنہ قیامت کے دن نبی ﷺ کی شفاعت سے محروم رہ جاؤ گے۔ سیدنا معاویہؓ ۱۹ برس گورنری کی اور ۲۰ سال خلافت پر متمکن رہے۔ آپؓ کے دور میں اسلام کا مکمل نفاذ تھا۔ آج کا جو عالم، محدث یا فقیہ صحابہؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کے خلاف زہر افشانی کرے گا۔ ان شاء اللہ! ہمارا ایمان ہے کہ وہ قیامت کے دن نبی ﷺ غضبناک نگاہ کا شکار ہو گا۔

ہمارا ایمان ہے کہ آج بھی فلاح و نجات اسی راستے پر چل کر ملے گی، جو صحابہؓ کا راستہ ہے۔ آج بھی ہمیں قرآنی احکام پر عمل کرنے اور عمل کرانے والے حکمران چاہئیں۔ اسلام کی رو سے حکمران، عوام کے اعمال کے لئے بھی جواب دہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ اللہ جن کو زمین پر مسلمانوں کا حاکم بناتا ہے۔ یہ ان کا فرض ہے کہ نماز قائم کرائیں۔ زکواۃ ادا کرائیں اور نیکی کا حکم دیں، بدی سے منع کریں۔ ہمیں اپنے اعمال پر اور اپنے عُمّال (حکمرانوں) پر شرمندہ ہونا چاہیئے۔ یہ امت کے اعمال کی اجتماعی سزا ہے۔

۶ دسمبر ۹۵ء کو اکابرِ احرار نے جامع مسجد بستی پرو چوٹاں نزد ظاہر پیر میں اجتماعِ احرار سے خطاب کیا۔
مولانا محمد اسحٰق سلیمی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا۔

"نبی ﷺ سے زیادہ بابرکت ذات کا اس دنیا میں ہونا ناممکن ہے۔ ہمارے نبی ﷺ اپنی تمام صفات میں بے مثل تھے۔ ایک طرف وہ صادق وامین تھے تو دوسری طرف عدالت وشجاعت کے پیکر۔ ایک طرف جہاد کی تبلیغ کرتے تھے تو دوسری طرف عفوودرگزر کا بے مثل مجسمہ تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ پوری دنیا کے لئے سبق ہیں۔ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ تاجدارِ ختمِ نبوت ہیں اور عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ مسلمانوں کے ایمان میں شامل ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہماری جماعت مجلس احرار اسلام نے انگریزی نبوت کا تعاقب کیا۔ جھوٹی نبوت کے مسکن "قادیان" میں ۱۹۳۴ء میں داخل ہو کر ایک تاریخ رقم کی۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کی خاطر وسائل نہ ہونے کے باوجود دولاکھ افراد نے احرار تبلیغ کانفرنس قادیان میں شرکت کر کے اپنے نبی ﷺ سے محبت کا ثبوت دیا اور ختمِ نبوت کا علم بلند کیا۔ آج بھی ہماری جماعت اسی مشن پر چلتے ہوئے ختمِ نبوت کا علم تھامے ہوئے ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے میں قبول کرلے (آمین) حاضرین کی پرجوش فرمائش پر حافظ محمد اکرم صاحب نے سیدنا معاویہؓ کی منقبت میں نظم پڑھی۔

ابنِ امیرِ شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اپنے خطاب میں فرمایا.....

"نبی کی زندگی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتی ہے۔ نبی اپنا کوئی کام بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں کرتا۔ نبی لوگوں کو اللہ کا دین سمجھاتا ہے۔ نبی کبھی متعلم نہیں ہوتا۔ بلکہ معلم ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ "انما بعثت معلماً" میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضرت پیر جی نے فرمایا کہ قادیان میں پیدا ہونے والے مرزا غلام قادیانی کو نبوت سے کیا نسبت وہ تو ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ مرزا کے سوانح میں تذکرہ ملتا ہے کہ مرزا قادیانی لعین سکول میں پڑھنے جاتا تھا۔ سکول ماسٹر نے اسے کان پکڑا کر جوتیاں بھی ماریں، وہ کچہری کا منشی بھی رہا اور لوگوں سے رشوت وصول کرتا رہا۔ نبی تو معصوم ہوتا ہے۔ گناہوں سے پاک ہوتا ہے جبکہ مرزا لعین کی ساری زندگی گناہوں سے پُر ہے۔

نبی ﷺ نے دین کے راستے میں ہمیشہ مزاحمت کا درس دیا۔ کسی سے مفاہمت نہیں کی۔ نبی ﷺ نے من چاہی زندگی نہیں گزاری بلکہ رب چاہی زندگی گزاری ہے۔ اور لوگوں کو اللہ کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ جبکہ مرزا لعین نے اپنے پیروکاروں سے اطاعت برطانیہ کا عہد لیا۔ مرزا صاحب کردار نہ تھا، بزدل تھا، ٹوڈی تھا، اس نے انگریزوں کے کہنے پر مسلمانوں کی رُوحِ جہاد کو ختم کیا۔ انگریز کے تربیت یافتہ چند جاہل ملاؤں نے اسکا ساتھ بھی دیا۔ جہاد سے روگردانی کو اپنے مذہب کا اہم نقطہ قرار دیا۔ ہم ان شاء اللہ ختمِ نبوت کے پرچم کو کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب وکامران کرے (آمین) آخر میں پیر جی مدظلہ کی دعا سے جلسہ اختتام پزیر ہوا۔

۸ دسمبر ۹۵ء کو غازی پور میں حضرت پیر جی نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے کہا.........

صحابہؓ نے نبی ﷺ کا پیغام گھر گھر پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ صحابہؓ ہی کی محنت تھی کہ دینِ اسلام پوری دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہو جہاں صحابہؓ نے اسلام کی حقانیت ثابت نہ کی ہو۔ نبی ﷺ کی شخصیت کا ہر رخ روشن و بے مثال ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو جو محبت عطا کی، وہ ہر مومن و مسلم کے لئے آئیڈل ہے۔ آپ ﷺ نے ہر کام اللہ کے حکم سے کیا حتیٰ کہ اپنی تمام بیٹیوں کی شادی بھی اللہ کے حکم سے کی۔ آپ ﷺ نے اپنی تمام بیٹیوں کو ایک جیسا پیار دیا مگر سیدہ فاطمہؓ سے محبت اسلئے زیادہ تھی کہ آپ ﷺ کی پہلی صاحبزادیاں وفات پا چکی تھیں۔ افسوس! ہم آج سیرتِ سیدہ فاطمہؓ بیان کرتے ہیں مگر دوسری صاحبزادیاں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ آپ ﷺ کی پہلی صاحبزادی سیدہ زینبؓ تھیں۔ آپؓ کے شوہر ابوالعاص غزوۂ بدر میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ سیدہ زینبؓ اپنے شوہر کو حالتِ شرک میں چھوڑ کر مدینہ آگئی تھیں۔ جب ابوالعاص گرفتار ہو کر مدینہ آئے تو سیدہ زینبؓ نے ان کو پناہ دی اور آپؓ کی سفارش سے نبی ﷺ نے ان کا مال بھی واپس کر دیا۔ حضرت ابوالعاص نے اسلام قبول کر لیا اور صحابہ کی پاکباز جماعت میں شامل ہو گئے۔ آپؓ کی وفات پر نبی اکرم ﷺ خود ان کی قبر مبارک میں لیٹ گئے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔ آپ ﷺ نے خود ان کا جنازہ پڑھایا۔ سیدہ زینبؓ کے بیٹے علیؓ بن العاص اور بیٹی امامہؓ سے بھی آپ ﷺ کو بے پناہ محبت دی۔ علیؓ بن العاص نبی ﷺ کے کندھے پر سوار ہو کر نبی ﷺ سے کھیلا کرتے تھے۔ سیدہ امامہؓ بحالت نماز آپ ﷺ کے کندھے پر سوار ہو جاتی تھیں۔ آپ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو انؓ کو اتار دیتے اور رکوع اور سجدہ کر کے پھر کندھوں پر بٹھا لیتے تھے۔ اللہ اکبر۔

پیر جی مدظلہ نے درودِ پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو آدمی دن میں ۱۰۰ مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نفاق سے بچائیں گے۔ سیدنا عمرؓ نے اسی لئے ہی فرمایا تھا کہ اپنی دعاؤں کے شروع اور آخر میں درود لازم کرلو تاکہ تمہاری دعائیں شرف قبولیت حاصل کر لیں۔ نبی ﷺ کی سیرت کا ایک ایک گوشہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی ﷺ اور ان کے جانثار صحابہؓ کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی ہمت و توفیق عطاء فرمائے (آمین) محترم قاری محمد یوسف احرار صاحب نے نمازِ جمعہ کی امامت کرائی اور شاہ جی مدظلہ کی دعاؤں سے یہ بابرکت مجلس اختتام پزیر ہوئی۔

....

۱۲ دسمبر کو نواحی چک ۱۲ نزد جیٹھ بھٹہ میں بھی حضرت پیر جی نے سیرت النبی ﷺ اور سیرتِ صحابہؓ کے موضوع پر بیان فرمایا۔ چونکہ چک ۱۲ میں آپ کے بیان کا پروگرام نہ تھا مگر چودھری محمد حسن صاحب و چودھری محمد حسین صاحب کے بے حد اصرار پر آپ نے خطاب کا وعدہ فرمایا۔ مجلس احرارِ اسلام کا اس علاقے میں یہ پہلا پروگرام تھا جو اللہ کے فضل سے کامیاب و کامران رہا۔ پیر جی مدظلہ نے اپنے خطاب میں

فرمایا..........

اگر محمد عربی ﷺ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے ہمیں موت آجائے تو اس سے بڑھی خوش قسمتی کیا ہوگی۔ مجھ جیسے کئی عطاء المھیمن نبی کی جوتیوں پر قربان۔ نبی ﷺ کی عزت ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازوجہ امھاتھم۔

ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ نبی سے لگاؤ ہے اور ان کی عورتیں ایمان والوں کی مائیں ہیں۔

ہم نے بن دیکھے نبی ﷺ کی رسالت کا یقین کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کو نبی کی عزت تمام انسانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ جب لوگ نبی ﷺ کے گھر سے باہر کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو اونچی آواز سے مخاطب کرتے تھے تو رب کائنات کو نبی ﷺ کا اس طرح بلایا جانا بھی پسند نہ آیا اور فوراً یہ آیت نازل فرمادی

یا ایھا الذین آمنو لاترفعوا اصواتکم فوق صوتِ النبی ولا تجھر ولہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔

اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو ان سے اس طرح لہجہ میں بات نہ کرو جیسا کہ تم آپس میں کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم بے خبر رہو۔

افسوس! ہم نے قرآن کو سمجھنا اور پڑھنا چھوڑ دیا۔ اپنی بیویوں، ماؤں بہنوں کو تلقین نہیں کرتے کہ وہ پردے کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں۔ حالانکہ قرآن میں ہی ہے کہ "اے ایمان والو اپنی نگاہ کو نیچی رکھو اور اپنے ستر کو چھپاؤ اور مت دکھلاؤ اپنے سنگھار کو۔" آج ہمارا معاشرہ اس بیماری میں مبتلا ہے مگر ہم گونگے، بہرے اور اندھے ہو چکے ہیں۔ سیرت صحابہؓ کے ضمن میں پیر جی مدظلہ نے فرمایا.........

آپ ﷺ کے ایک چچا تھے سیدنا حمزہؓ اور ایک چچا تھے ابو طالب۔ دونوں کا فرق دیکھیے کے سیدنا حمزہؓ نے حالت کفر میں بھی نبی ﷺ کے خلاف بری نگاہ اور الفاظ گوارا نہ کئے اور ابو جہل کو تکلیف دینے کے لئے یہ فرمادیا کہ میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے، تم نے جو کرنا ہے کر لو۔ حالانکہ آپ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، جبکہ ابو طالب کی یہ حالت تھی کہ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو انہی ابو طالب کے بیٹے سیدنا علیؓ کو اسلام قبول کرنے کا کہا۔ ایک دن جب آپ ﷺ اور علیؓ عبادت کر رہے تھے تو اسی اثناء میں ابو طالب وہاں آن پہنچا اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ نبی ﷺ نے جواب دیا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ابو طالب نے کہا یہ تو محض اٹھک بیٹھک ہے (معاذاللہ) تم ایسی عبادت کرو گے۔ آج بھی ہم میں جو نماز نہیں پڑھتا وہ اسی طرح کے خیالات گھڑ لیتا ہے۔

سیدنا معاویہؓ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ کل آپ کے ہاں "کونڈوں" کی بری رسم ادا ہوتی ہے۔ مسلمانو! کفار و مشرکین کے غلط پروپیگنڈے میں مت آؤ۔ آج کے دن نہ تو آپ ﷺ کا یوم ولادت ہے اور نہ ہی آج حضرت امام جعفرؒ کا یوم وصال ہے اور نہ ہی آج کے دن ان کے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہوا تھا۔ آج کے دن

سیدنا معاویہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ یہودیوں کے ایجنٹ سبائیوں نے ایک صحابیٔ رسول کے انتقال کی خوشی میں یہ رسمِ بد ایجاد کی اور اسے مذہبی تقدس کا روپ دے کر مسلمانوں کو گمراہ کیا۔ اس رسمِ بد کو اپنے گھروں سے نکالو اور صحابہ کرام کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ حضرت پیر جی نے سوا دو گھنٹے بیان فرمایا

۱۳ دسمبر کو خانواہ میں بعد نماز ظہر خطاب فرمایا اور مسلمانوں کو اپنے عقائد درست کرنے، دین پر استقامت اختیار کرنے اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی اتباع کرنے کی تلقین فرمائی۔

۱۵ دسمبر کو جامع مسجد ختم نبوت شہزاد کالونی صادق آباد میں جناب سید محمد کفیل بخاری نے اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔ اور اس دن کی مناسبت سے سیدنا معاویہؓ کی سیرت بیان کی۔ مجموعی طور پر ضلع رحیم یار خان کے سالانہ اجتماعات احرار بے حد کامیاب رہے۔ حضرت پیر جی مدظلہ اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی کے بیانات اور نجی گفتگو سے بہت سے احباب قریب آئے اور مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔

حُسنِ انتخاب (بشکریہ روزنامہ جنگ، کراچی، ۵ دسمبر ۱۹۹۵ء)

آئینہ ایسا دوں کہ تماشا کہیں جسے!

۴۷ واں سالانہ جشنِ مرتضویؑ

بدھ ۶ دسمبر سنہ ۱۹۹۵ء بوقت پونے آٹھ بجے شب

بمقام: نشتر پارک کراچی

صدارت: محترم جناب ایس، ایم، ظفر (لاہور)

مہمانِ خصوصی: مولانا محمد بنوری الحسینی (وائس چانسلر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن گرومندر)

مقررین

مولانا محمد عباس کمیلی صاحب
مولانا اصغر درس صاحب
مولانا علی کرار نقوی صاحب

مہمان مقرر:
جناب رضا علی عابدی (بی بی سی۔ لندن)

شعرائے کرام

جناب محمد باقر نقوی (لندن)
جناب عروج بجنوری
جناب طارق سبزواری (حمد و منقبت)
جناب تنویر حسنین (ترانہ)
جناب اعجاز جعفری

خصوصی خطاب: ڈاکٹر کلب صادق صاحب

منجانب: یوم علی کمیٹی

(قسط دوم)

مولانا ابوریحان عبدالغفور، بنام ماسٹر محمد امین

حالانکہ یہ نتیجہ آپ کا بالکل غلط ہے۔ آپ مناظر ہیں آپ کا تو صبح و شام کا مشغلہ ہی دعاوی و دلائل میں مطابقتیں تلاش کرنا اور مدمقابل سے ان کے مطالبے کرنا ہے۔ یہاں آپ نے خود ہی اس چیز کو نظر انداز کر دیا۔ یزید نے آپ کے ہی بقول خاص بحری اور خاص رومی کافروں کیساتھ جہاد کیلئے مسلمانوں کو بالکل ہی نہ بھیجنے کا نہیں کہا تھا۔ بلکہ صرف موسم سرما میں نہ بھیجنے کا کہا تھا۔ جس البدایہ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"وان معاوية كان يشتيكم بارض الروم و لست مشتياً احداً بارض الروم۔"

اگر آپ غصہ نہ کریں تو ایک بات اور کہدوں کہ حوالوں میں اس قسم کی غلطی آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی زبان میں "علمی خیانت، بددیانتی اور تلبیس" ہے۔

اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنے پورے دور خلافت میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شروع شروع میں بحری جہاد کی اجازت نہ دی تھی اور جب حضرت معاویہؓ کے اصرار پر اجازت دی بھی تو یہ شرط لگا دی کہ "بحری جنگ میں شرکت کیلئے کسی کو مجبور نہ کیا جائے الخ" (تاریخ اسلام از ندوی ص ۲۹۳/ج ۱) تو کیا اس کو بھی جہاد سے بالکلیہ روکنا اور منع کرنا اور جہاد بالکلیہ بند کرنا کہا جائیگا۔؟

جس تاریخ کے انکار کو آپ حدیث کا انکار اور منکرین حدیث کی گہری سازش کہتے ہیں (مکتوب صفدر بنام ضیاء الرحمان صدیقی ص ۲) اسی تاریخ میں یزید کے بارے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے اس سے امتحاناً پوچھا کہ: اگر تمہیں حکومت ملے تو کیسے چلاؤ گے؟ اس نے جواب دیا کہ "کنت واللہ یا ابتہ عاملا فیہم عمل عمر بن الخطاب" (اے ابا جان! بخدا میں عمر بن الخطاب کا سا طرز اپناؤنگا۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: سبحان اللہ۔ بیٹا! میں تو عثمانؓ بن عفان کا طریق بھی نہ اپنا سکا، تو عمرؓ کی چال کیسے چل لے گا؟" (البدایۃ ص ۲۲۹/ج ۸) آپ مناظر ہیں آپ سے کوئی اگر اسی حوالہ سے یہ کہہ دے کہ یزید نے بحری جہاد موقوف کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کی تھی۔ تو فرمائیے آپ کے پاس اس کا کوئی معقول جواب کیا ہو گا؟

پھر آپ کا یہ کہنا بھی کچھ واقع کے مطابق نہیں کہ "اب کافروں سے جہاد بند کر دیا گیا۔" کیونکہ اس کے دور میں ترکستان اور افریقہ میں فتوحات و جہاد کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ (تاریخ اسلام از ندوی ص ۶۱ تا ۶۴/ج ۲) اور اگر آپ کی بات ہی مان لی جائے کہ اس نے کافروں سے جہاد بند کر دیا تھا تو پھر آپ سے کوئی یہ بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں کافروں سے کتنی بار جہاد ہوا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں کتنی فتوحات ہوئیں؟ پانچ چھ سو سالہ عباسی دور میں کافروں سے کتنے جہاد ہوئے؟ بنو عباس تو بنو امیہ کی فتوحات ہی چھ سو سال تک سنبھالتے رہے اور وہ بھی نہ سنبھال سکے، مزید فتوحات انہوں نے کیا خاک کرنی تھیں؟ تو کیا آپ ان

سب کو کافروں سے جہاد بند کرنے والا فرما دیں گے؟ یہاں بھی اگر کوئی آپ سے پوچھ لے کہ اگر یزید نے بقول آپ کے کافروں سے جہاد بالکل ہی بند کر دیا تھا تو اس نے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی اتباع کیا تھا، تو فرمائیے آپ اس کی تسلی کیسے کرا سکیں گے؟ سوائے اس کے کہ اس پر یزیدیت یا خارجیت و ناصبیت کا فتویٰ لگا دیں؟

۲- آپ نے یزید کا وہ پہلا خط نقل کیا ہے جو اس نے بادشاہ بنتے ہی گورنر مدینہ کو لکھا تھا اور پھر اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "فوری طور حسینؓ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کر لو اور گرفتار کر کے شدید سختی کرو، ذرہ بھر رعایت نہ کرو جب تک بیعت نہ کر لیں۔"

اور پھر اس سے استدلال آپ نے یوں کیا ہے کہ

"کتنے ظلم کی بات ہے کہ یزید نے کافروں سے جہاد ختم کر دیا، اس کے چار سالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی مگر اہلبیت رسول کو خاک و خون میں تڑپایا گیا، اہل مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل و غارت کیلئے حلال قرار دیا گیا۔ حرم مکہ بھی اس کے حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے مگر پورے چار سالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول کی گرفتاری کا دیا گیا۔ اس کی پوری بادشاہی میں کافروں کو امن تھا مگر نوجوانانِ جنت کے سردار کے لئے کوئی امن نہیں تھا۔" (الخیر ص ۲۴)

آپ کا یہ طویل اقتباس میں نے صرف یہ دکھانے کیلئے نقل کیا ہے کہ یہاں آ کر آپ اپنے محققانہ و مناظرانہ بلند مقام سے کسقدر نیچے اتر کر عام سنی واعظوں اور رافضی ذاکروں کی سطح تک پہنچے ہیں۔ آپ ہی خدا لگتی فرما دیں کہ کیا امام باڑوں کی مجالس عزاء میں شیعہ ذاکروں کا لب و لہجہ اور انداز بیان کچھ بھی اس سے مختلف ہوا کرتا ہے؟ اچھا ہوتا اگر آپ اپنے محققانہ بلند مقام کی لاج رکھتے اور اس سے اتنا نیچے نہ اتر آتے۔ اب تو آپ نے یہ ذاکرانہ لب ولہجہ اپنا کر اپنے مدمقابل کیلئے راستہ کھول دیا ہے۔ اب تو وہ بھی اسی لب ولہجہ میں آپ کو یوں جواب دے سکتا ہے کہ "یزید نے یہ جو کچھ بھی کیا تھا حضرت حسینؓ کے ابا محترم جناب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ہی پیروی میں کیا تھا۔۔۔ انہوں نے بھی کافروں سے جہاد ختم کر دیا تھا۔ ان کے ساڑھے چار سالہ دور خلافت میں بھی کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی تھی مگر ہزاروں اصحابؓ رسول اور تابعین عظام کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ زوجہؓ رسول کی بے حرمتی کی گئی، ان کے دور خلافت میں بھی یہودی اور ہر قسم کے کافر بستے تھے مگر پورے ساڑھے چار سالہ خلافت میں کسی ایک کافر کے خلاف بھی اتنا سخت اقدام نہیں کیا گیا جسقدر سخت اقدام زوجہؓ رسول اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ جیسے بشر بالجنۃ اصحاب رسول و دیگر اصحاب جمل و صفین کے خلاف کیا گیا۔ ان کی بھی پوری خلافت میں کافروں کو امن تھا، اور حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو تو نہ صرف امن تھا بلکہ گورنری اور سپہ سالاری جیسے عہدوں تک سے نوازا جا رہا تھا مگر اصحاب رسول اور زوجہ رسول کیلئے کوئی امن نہیں تھا۔"

بلکہ اب تو آپ کا مدمقابل اس سے ترقی کر کے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیعت کیلئے جو پالیسی اپنائی تھی وہ یزید کی اس سلسلے کی پالیسی سے کہیں زیادہ سخت تھی۔ وہ اس طرح کہ اگر موٹی سی تقسیم کیجائے تو

عالم اسلام کی صرف ایک چوتھائی نے ہی حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی، اصحابؓ جمل، اصحابؓ صفین اور غیر جانبدار حضراتؓ کی تین چوتھائیوں نے ابھی بیعت نہ کی تھی پھر بھی انہوں نے غیر مبائعین صحابہؓ وتابعینؒ سے تلوار کی نوک پر بیعت لینا اپنا شرعی حق سمجھا جس میں تاریخ ہی کے اعداد و شمار کے مطابق اسی ہزار صحابہؓ و تابعین کام آئے (البدایہ ص۲۴۵، ۲۷۵/ج۷) جبکہ اس کے مقابلہ میں یزید کی بیعت، تاریخ ہی کی تصریح کے مطابق سوائے پانچ حضراتؓ کے سارا عالم اسلام کر چکا تھا۔

فبایع لہ الناس فی سائرالا قالیم الاعبدالرحمٰن الخ۔" ---- "فاتسقت البیعۃ لیزید فی سائرالبلاد و وفدت الوفود من سائر الاقالیم الی یزید الخ۔" (البدایۃ ص۷۹، ۸۰/ ج۸)۔

آپ کے پیرو مرشد بھی یزید کی ولی عہدی سے اختلاف کرنے والے ان پانچ حضراتؓ کے سوا مزید کوئی چھٹا نام پیش نہیں کر سکے۔ (خارجی فتنہ ص۲۱۹/ج۲) جبکہ بعد میں ان پانچ حضراتؓ میں سے بھی صرف دو ہی اپنے اختلاف پر قائم رہے تھے باقی دو نے بیعت کرلی تھی ایک جنت کو سدھار گئے تھے۔ (البدایۃ ص۱۵۱/ج۸) ایسی صورت میں تو یزید کو ان دو حضرات سے بیعت کا مطالبہ کرنے اور اس کے لئے حضرت علیؓ کی ہی متابعت میں انہی جیسی کاروائی کرنے کا حق بطریقِ اولی پہنچتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی یزیدی کاروائی کے نتیجہ میں بہتر کربلا میں، اور آپ ہی کی نقل کے مطابق دس ہزار سات سو، حرہ میں یعنی کل دس ہزار سات سو بہتر حضرات کام آئے۔ اتنے ہی اگر یزیدی فوج کے بھی لگا لیجئے تو کل تقریباً بائیس ہزار ہوتے ہیں۔ تو کہاں اسی ہزار اور کہاں بائیس ہزار؟ اور وہ بھی اس فرق کے ساتھ کہ وہاں عالمِ اسلام کی صرف ایک چوتھائی بیعت کرتی ہے اور یہاں صرف پانچ حضرات اختلاف کرتے ہیں۔ ہر آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ بیعت لینے کے لئے زیادہ سخت کاروائی کس کی بنتی ہے؟ اس لئے یزید کی ایسی تیسی کرتے وقت صرف حضرت حسینؓ اور یزید کے تقابل کو ہی نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ دائیں بائیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس سے کوئی صحابیؓ رسول یا کوئی خلیفہ راشد بھی تو کہیں زیر بحث نہیں آجاتا؟

۳.... آپ نے ابنِ خلدون کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"لمّا حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلفت الصحابۃ حینئذ فی شانہ۔"

یعنی "جب یزید میں فسق و فجور ظاہر ہوا اس وقت صحابہ میں اس کے بارے میں اختلافِ رائے ہوا۔" (الخیر ص ۲۲)

لیکن یہاں آپ نے یہ نہیں بتایا کہ یزید میں یہ فسق و فجور کب ظاہر ہوا تھا اور صحابہؓ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے کب سے ہوا تھا؟ اس کی ولی عہدی کے دور اور حضرت معاویہؓ کی زندگی میں ہی یا بعد کے کسی زمانہ میں؟ اگر دورِ ولی عہدی اور حیاتِ حضرت معاویہؓ میں ہی ہوا تھا تو پھر سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمنوا دیگر صحابہؓ وتابعینؒ کو بھی اس کے ان فسوق و فجور کا علم تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو دمشق سے سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے اہلِ مدینہ کو ان کا علم کیسے ہو گیا؟ اور اگر ان کو بھی علم تھا تو پھر انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے باختیار خود ایسے فاسق و فاجر اور زانی و شرابی، کتے، چیتے، بندر اور ریچھ باز کو خلیفہ نامزد کیوں کیا یا اس کی نامزدگی برقرار کیوں رکھی؟ جبکہ باختیار خود کسی عام درجے کے فاسق و فاجر کو بھی خلیفہ بنانا مسلمانوں کیلئے گناہ ہے۔ (ازالۃ الخفاء مترجم

ص ۲۳ ج ۱) چہ جائیکہ شراب نوشیوں، ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں تک سے زنا کاریوں اور رنڈی بازیوں کے درجے کے فاسق و فاجر کو؟

اور اگر اس کا فسق و فجور، دورِ ولی عہدی اور حیاتِ حضرت معاویہؓ کے بعد کسی دور میں ظاہر ہوا تھا تو پھر سوال یہ ہے کہ حضرت حسینؓ اور ان کے ہمنوا صحابہؓ نے روزِ اول سے ہی اس کی ولی عہدی پر اختلاف کس بنیاد پر کیا تھا؟ نیز حضرت معاویہؓ کی وفات سے متصل ہی تو حضرت حسینؓ اور اہلِ مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کے لئے پر تولنا شروع کر دیئے تھے اگر یہ سب اہتمام اس کے فسق و فجور اور شراب نوشیوں اور زنا کاریوں کی وجہ سے تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ راتوں رات ہی مہا پاپی، فاسق و فاجر اور زانی و شرابی بن گیا تھا۔ جبکہ زمانۂ خیر القرون میں کسی کا راتوں رات ایسا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ بن جانا نہایت ہی حیران کن اور حد درجہ بعید از عادت ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ وہ فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ تو پہلے سے تھا لیکن ظاہر اب کیا تھا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے سالوں اس نے اپنے جن پاپوں، شراب نوشیوں اور زنا کاریوں کو اتنی ہوشیاری سے چھپائے رکھا تھا کہ ایک ہی حویلی یا کم از کم ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے حضرت معاویہؓ جیسے چوکنے، ہوشیار، اور مدبر اپنے باپ کو بھی ان کا پتہ نہ لگنے دیا تھا اب یکایک اس کو اپنے یہ پاپ ظاہر کرنے کی آخر ایسی کونسی ضرورت اور مجبوری پیش آ گئی تھی کہ وہ ایک رات بھی مزید ان کو چھپا کے نہ رکھ سکا؟

جب تک ان سوالات و اشکالات کا کوئی معقول و مستند حل آپ پیش نہیں کر دیتے اس وقت تک ابنِ خلدون کی اس عبارت کا سہارا لینا محض طفل تسلی ہے۔

۴..... صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جو جماعت آپ کے ہی بقول، یزید کے خلاف خروج کی منکر تھی اس کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ وہ اس کی منکر اس لئے نہ تھی کہ

"ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا (بلکہ) اس لئے کہ اس سے فتنہ اٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا، پھر حالات بھی ایسے نہیں کہ یہ دعوت پوری ہو الخ" (الخیر ص ۲۲)

لیکن یہ تو آپ کا صرف ایک دعویٰ ہے کہ "صحابہؓ کی اس جماعت کو یزید کے فاسق ہونے میں شک نہ تھا۔" اس کی آپ نے کوئی دلیل نہیں دی۔ حالانکہ ضابطے کی دلیل تو یہاں یہ تھی کہ آپ، خود ان صحابہؓ سے ہی یہ تصریح نقل کرتے کہ "ہمیں یزید کے فاسق ہونے میں شک نہیں، ہم اس کی بیعت پر قائم اور اس کے خلاف خروج کے منکر اس لئے نہیں کہ ہم اس کو خلافت کا اہل اور غیر فاسق جانتے مانتے ہیں بلکہ محض اس لئے ہیں کہ اس سے فتنہ اٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا۔" کیونکہ یزید کی بیعت انہوں نے کی تھی، وہی اس پر قائم بھی رہے تھے، انہوں نے ہی اس کے خلاف خروج سے خود بھی انکار کیا اور دوسروں کو بھی نہ صرف یہ کہ سختی کے ساتھ اس سے منع کیا تھا بلکہ اطاعت امام اور لزومِ جماعت کی دعوت بھی دی تھی۔ لہذا اپنے اس قول و عمل کی اصلیت بھی وہ خود ہی بیان کر سکتے تھے کوئی اور نہیں بیان کر سکتا تھا ورنہ تو اس کی مثال تو ایسے ہو گی جیسے آج کل کے مبتدعین، آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اوپر اوپر سے بشر تھے اندر سے نور تھے۔ یا جیسے روافض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اوپر اوپر سے خلفاءؓ ثلاثہ کی بیعت کی تھی اندر سے وہ ان کو غاصب اور ظالم ہی سمجھتے تھے۔ تو کیا آپ بھی یہی

فرمانا چاہتے ہیں کہ صحابہؓ نے جو یزید کو خلیفہ بنایا اور منایا تھا۔ اس کی بیعت و اطاعت کی تھی۔ اس کے خلاف خروج نہ کیا تھا۔ دوسروں کو بھی اس سے منع کیا اور اطاعتِ امام و لزومِ جماعت کی دعوت دی تھی تو یہ سب کچھ انہوں نے محض اوپر اوپر سے کیا تھا ورنہ اندر سے وہ اس کو فاسق و فاجر اور زانی و شرابی ہی جانتے مانتے تھے۔ فرمائیے! اس طرح اس میں اور روافض کی تقلید میں پھر کیا فرق رہ جائے گا۔ اپنے اندر کی وضاحت صحابہ خود ہی کر سکتے تھے کوئی اور نہ ان کے اندر کی وضاحت کر سکتا ہے اور نہ کسی کو اس کا حق ہی پہنچتا ہے۔ اس لئے اول تو آپ کو خود انہیں صحابہؓ سے یہ وضاحت نقل کرنی چاہیئے تھی لیکن آپ نے نہ تو ان صحابہؓ سے کوئی اس قسم کی تصریح نقل کی ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور ہی قابلِ اعتماد و قابلِ قبول اور مطابقِ اصول دلیل دی ہے۔ اور دعویٰ بلا دلیل کی حیثیت آپ خوب جانتے ہیں۔ ایسا دعویٰ تو کوئی دوسری طرف سے بھی کر سکتا ہے کہ "صحابہ کی اس جماعت نے خروج سے انکار اور دوسروں کو بھی منع، محض فتنے سے بچنے کے لئے نہ کیا تھا بلکہ اس لئے بھی کیا تھا کہ ان کو یزید کے غیر فاسق اور اپنے درجے میں خلافت کا اہل ہونے میں شک نہ تھا۔"

اور اس دعوے کی تائید اس جماعت صحابہؓ کے اس طرزِ عمل سے بخوبی ہوتی ہے جو انہوں نے خروج کرنے والوں اور بیعت توڑنے والوں کو اس سے منع کرنے میں اختیار کیا تھا جس کا میں شروع خط میں ذکر کر آیا ہوں۔ یعنی صحابہ کی اس جماعت کو آپ کے دعوے کے مطابق اگر یزید کے فاسق و فاجر ہونے میں شک نہ ہوتا تو وہ اس کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے والوں کو اس سے منع کرنے میں یوں اللہ کا ڈر نہ سناتے اس کا واسطہ نہ دیتے۔ خروج کو اس طرح بلاوجہ و بلا جواز نہ بتاتے، اس پر وعیدیں نہ سناتے۔ خود ان کا ساتھ دیتے یا نہ دیتے مگر اس کو یوں غیر محمود نہ ٹھہراتے، تفرقہ بین جماعۃ المسلمین کا نام نہ دیتے، اطاعت اور لزوم جماعت کا حکم نہ کرتے، صحابہؓ و تابعینؒ کے اس قول و فعل، لب و لہجہ اور اندازِ منع کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ یزید کو فاسق و فاجر اور زانی و شرابی نہ سمجھتے تھے۔ اس لحاظ سے تو آپ کا یہ دعویٰ کہ "ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک نہ تھا"، صرف بلا دلیل ہی نہیں رہتا بلکہ خلاف دلیل بھی ہو جاتا ہے۔

چلئے! مان لیجئے کہ صحابہ کی اس جماعت کو یزید کے فاسق ہونے میں شک نہ تھا، لیکن جب آپ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ "حالات بھی ایسے نہیں کہ دعوت پوری ہو۔" تو فرمائیے! جب حالات ایسے نہ ہوں تو اس وقت شرعی حکم کیا ہوتا ہے؟ وہ جو صحابہؓ کی اس جماعت نے کہا تھا یا وہ جو حضرت حسینؓ اور اہل مدینہ نے کیا تھا؟ احادیثِ رسول اور اہل السنۃ کے عقائد و اصول اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں؟

۵..... جن صحابہ کرامؓ نے حضرت حسینؓ کو بھی عدمِ خروج کا مشورہ دیا تھا آپ نے ان کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے یہ مشورہ تو دیا تھا

"مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید فاسق نہیں بلکہ یہ کہہ کر کہ جن اہلِ کوفہ پر آپ بھروسہ کر رہے ہیں وہ منافق ہیں۔" (الخیر ص ۲۲)

سوال یہ ہے کہ ان صحابہ کرامؓ نے اگر یہ نہیں کہا تھا کہ "یزید فاسق نہیں" تو کیا انہوں نے یہ کہا تھا کہ "یزید فاسق ہے؟" جب انہوں نے یہ بھی نہیں کہا تھا تو یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ ضرور اس کو فاسق و فاجر ہی جانتے مانتے

تھے؟ اگر "یزید فاسق نہیں" نہ کہنے سے وہ فاسق بنتا ہے تو "یزید فاسق ہے" نہ کہنے سے وہ آخر غیر فاسق کیوں نہیں بن سکتا؟

نیز سوال یہ بھی ہے کہ اگر ان صحابہؓ نے یہ نہیں کہا تھا کہ "یزید فاسق نہیں" تو کیا حضرت حسینؓ نے ہی اس کے خلاف خروج یہ کہہ کر کیا تھا کہ "یزید فاسق ہے"؟ کیا اس کا کوئی ثبوت آپ پیش کر سکتے ہیں؟ جب حضرت حسینؓ نے ہی اس کے خلاف اپنا یہ خروج یہ کہہ کر نہیں کیا تھا کہ "یزید فاسق ہے" تو ان کو منع کرنے والے صحابہ ہی یہ کہہ کر اس سے منع کیوں کرتے کہ "یزید فاسق نہیں"؟ کتنی عجیب بات ہے کہ خروج کرنے والوں کا تو صرف خروج ہی دلیل ہو فسقِ یزید کی اس کے لئے یہ کہنا ضروری ہو کہ "یزید فاسق ہے" لیکن اس سے منع کرنے والوں کا فقط منع کرنا اور وہ بھی اس انداز سے جس کا اوپر ذکر ہوا، دلیل نہ ہو اس کے فاسق نہ ہونے کی بلکہ اس کیلئے یہ کہنا بھی ضروری ہو کہ "یزید فاسق نہیں"؟

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو بھی عدمِ خروج کا مشورہ دینے والے صحابہؓ نے اگر یہ نہیں کہا تھا کہ "یزید فاسق نہیں"، تو اسلئے نہیں کہ وہ ضرور اس کو فاسق ہی جانتے مانتے تھے بلکہ اس لئے کہ حضرت حسینؓ نے ہی خروج یہ کہہ کر نہیں کیا تھا کہ "یزید فاسق ہے" یعنی وہاں یزید کے فسق کی کوئی بات ہی نہ چھیڑی تھی کہ یہ صحابہؓ اس کی تردید یا تائید کرتے، ورنہ جہاں اہلِ مدینہ نے یہ بات چھیڑی تھی وہاں حضرت محمد بن الحنفیہ نے نقد و نقد اس کی مفصل و مدلل تردید بھی کر دی تھی۔ (آپ نے جو اس پر گفتگو کی ہے آگے چل کر شاید میں بھی اس سے متعلق کچھ عرض کروں گا)

پھر عرض یہ بھی ہے کہ اگر وہ صحابہؓ کرام بالفرض یہ کہہ ہی دیتے کہ "یزید فاسق نہیں" تو پھر کیا ہو جاتا؟ کیا آپ پھر اس کو غیر فاسق مان لیتے؟ کیا حضرت حسینؓ اپنا موقف چھوڑ دیتے؟ بقول آپ کے اہلِ کوفہ کو "منافق" تو انہوں نے کہا ہی تھا، تو کیا پھر اس وقت حضرت حسینؓ نے ان کو "منافق" مان لیا تھا؟ ان پر اپنا بھروسہ چھوڑ دیا تھا؟

❋

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

سبائی فتنہ

(حصہ اول)

قیمت 150 روپے

اہلِ سنت کے روپ میں رفض و سبائیت پھیلانے والے طبقہ کے خیالات کا علمی و تحقیقی محاسبہ
ایسی کتاب جس نے بعض نام نہاد تقدس مآبوں کی حجلہ عروسی میں زلزلہ بپا کر دیا

بخاری اکیڈمی مہر بان کالونی ملتان۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

تذکرۂ خلیفۂ راشد، امیر المومنین سیدنا معاویہؓ

مؤلف: پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی / ناشر: قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی، مرکزی جامع مسجد حویلیاں (ہزارہ) ضخامت: ۴۸۸ صفحات / قیمت: ۱۵۰ روپے

ائمہ اہلِ اسلام..... خصوصاً حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ فتح کی آخری آیت کے کلمات "لیغیظ بھم الکفار" (تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں) سے استدلال فرمایا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کی شان و شوکت دیکھ کر غیظ و غضب کا اظہار کرنے والے لوگ کفار ہیں۔ اب اگر سیدنا امیر معاویہؓ...... صحابی ہیں، اور یقیناً وہ صحابی ہیں، بلکہ جلیل القدر صحابی ہیں تو ان کی رفعت شان، علوِمرتبت اور جلالت مابی پر چیں بجبیں ہونے والوں اور ان پر سب و شتم کرنے والوں کے "اسلام" کا حال معلوم! بقول اقبال

ع..... ترا دل حرم، گروِ عجم، ترا دیں خریدہ کافری

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق "حدیث نبوی.... "میرے صحابہ پر سب نہ کرو" میں "سب" سے مراد ہر وہ کلام ہے جس سے کسی صحابی کی تنقیص ہوتی ہو"

اسی طرح سورہ حشر میں قرآن کریم کے کلمات "ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین آمنو" (اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا) کے ذریعہ سے ایمانِ والوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لازم ٹھہرا دیا گیا کہ وہ تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بارے میں اپنے دلوں کو ہر قسم کے کینے، کدورت اور کھوٹ سے نہ صرف پاک رکھیں بلکہ اللہ رب العزت سے برابر اس کی توفیق طلب کرتے رہیں۔ حیف صد حیف! کہ آج بڑے بڑے مدعیان اسلام پر "بے توفیقی" غالب آرہی ہے۔ "سب" کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ "غِل" کا اظہار ہو رہا ہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہیں....... مجھے بتا تو سہی، اور کافری کیا ہے؟ ایسے ماحول میں..... فاضلِ اجل، محترم قاضی محمد طاہر علی الہاشمی کی یہ تازہ تالیف غیرت ایمانی کا ایسا اظہار ہے، جس میں دانشِ نورانی اور دانشِ برہانی بکمال و تمام موجود ہیں۔ ایسی کتاب کی تحسین کا حق چند سطروں بلکہ چند صفحوں میں ادا نہیں ہوسکتا۔ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ قاضی صاحب زید مجدہم یقیناً صاحب توفیق بزرگ ہیں۔ ان کے توفق میں اور ان کے موفق ہونے میں کوئی خارجی، ناصبی اور سبائی ہی کلام کرسکتا ہے۔ اور اسے ایسا کرنا بھی چاہیئے۔ کیونکہ اسے تو امیر المومنین سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت راشدہ میں رکنیت غیر راشدہ اور ان کے تفقہ و

(باقی ص۵۸ پر)

ادارہ

مسافرینِ آخرت

مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کے رہنما بھائی صلاح الدین کے سسر جناب چودھری شبیر احمد ۲۹ دسمبر کو انتقال کر گئے۔ وہ مجلس احرارِ اسلام کے قدیم کارکنوں میں سے تھے۔ اور ڈیرہ کی سنی ایکشن کمیٹی کے رہنما تھے۔

رحیم یار خان سے ہمارے رفیقِ فکر محترم صوفی محمد سلیم صاحب کی والدہ ماجدہ ۲۹ دسمبر کو رحلت فرما گئیں۔

ملتان سے ہمارے کرم فرما محترم محمد فاروق صاحب (محب بلڈرز) کی والدہ ماجدہ ۲۸ دسمبر کو انتقال کر گئیں۔

قارئین و رفقاء کرام سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے (آمین)

اراکین ادارہ تمام مرحومین کے لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں اور مسافرین آخرت کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں۔ (ادارہ)

جناب محمد مختار کی رحلت:

ماہنامہ الرشید لاہور کے مدیر اور ہمارے مشفق و مہربان جناب حافظ عبدالرشید ارشد صاحب کے چچا زاد جناب محمد مختار ۱۸ نومبر ۱۹۹۵ء کو انتقال فرما گئے۔ مرحوم نے علی گڑھ یونیورسٹی سے ایف ایس سی کر کے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے بی ایس سی کیا۔ وہ گزشتہ چند سال سے علیل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور محترم حافظ صاحب اور دیگر لواحقین کو صبر عطاء فرمائے (آمین)

حاجی نثار احمد کا انتقال:

لاہور میں ہمارے کرم فرما محترم افتخار احمد صاحب کے والدِ ماجد حاجی نثار احمد ۲۹ نومبر کی شب انتقال کر گئے۔

(بقیہ ص ۵۷)

اجتہاد میں خطاء اجتہادی (یا خطاء عنادی) نظر آتی ہے..... کبھی صورتاً اور کبھی حقیقتاً!

کتاب علمی اور تحقیقی ہے۔ ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مد ظلہ، نے نہایت اصولی مقدمہ لکھ کر اس کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ زبان شستہ و رفتہ ہے۔ ضخامت، اچھی خاصی ہے۔ قیمت مناسب ہے۔ کتابت گوارا ہے۔ ناشرین کے علاوہ یہ کتاب بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان اور معاویہ دارالاشاعت حاجی پورہ باغبان پورہ لاہور کے یہاں سے بھی مل سکتی ہے۔

انتخاب مجلس احرار اسلام موضع اصحابہ ضلع جھنگ

مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات میاں محمد اویس گزشتہ دنوں ضلع جھنگ کے تنظیمی دورہ پر گئے اس دوران مختلف احباب سے ملاقات کے بعد موضع اصحابہ، چاہ کالی مال (ضلع جھنگ) میں مجلس احرارِ اسلام کی شاخ قائم کی۔ ۱۴ رجب ۱۴۱۶ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۹۵ء کو میاں محمد اویس کی صدارت میں احباب کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں رکنیت سازی کے بعد متفقہ طور پر درج ذیل عہدیدار چنے گئے۔

عاشق حسین صاحب: امیر

عبدالمطید صاحب: ناظم

عبدالرشید صاحب: ناظم اطلاعات و نشریات

مجلس شوریٰ: قاری محمد اصغر عثمانی، ڈاکٹر محمد ارشد، ماسٹر محمد اکرم، ماسٹر عبدالمجید شاکر، ماسٹر محمد حنیف۔

بعد ازاں قاری محمد اصغر عثمانی کی دعاء کے ساتھ اجلاس اختتام پزیر ہوا۔

لوٹا نامہ

نادر گوہلوی (کراچی)

ہے لوٹوں کے آگے کسی کی مجال؟
کوئی دور ہو یہ حکومت میں ہیں
مدوّر، مربّع، مثلّث وہ پیٹ
یہ ان کا زمانہ ہے گھپلوں کا دور
یہ ٹھیکے ہی ٹھیکے یہ پرمٹ ہی پرمٹ
نہ کیوں ان کو بھائیں کرنسی کے نوٹ
پکڑلو، جھپٹ لو، اچک لو، گرادو
یہ عقدہ کشایانِ وقانون سازاں
ہے منشورِ لوٹاں یہی مختصر
غریبوں کو رزق و لباس و مکان
ان سے تو اب قوم آئی ہے تنگ

ان کی تو بٹتی ہے جوتوں میں دال
قیامت کی یہ لوگ چلتے ہیں چال
وہ اکڑی سی گردن، وہ ابھرے سے گال
شرافت کی چھٹی دیانت کا کال
گزرتے ہیں ان کے یونہی ماہ وسال
کہ گھوڑوں کی گرتی ہے سبزنے پہ رال
یہ گھونسے یہ مُٹڈے کی سُر اور یہ تال
یہ گیدڑ کا دل اور سوّر کی کھال
ہو جیسے بھی ممکن، بنانا ہے مال
ہر چیز مہنگی ہے، ہر شے کا کال
خدایا تو ہم سے مصیبت یہ ٹال

حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نعت

کارواں لٹ گیا، دل ستاں گم ہوا، اب جو بچھڑے ہیں ساتھی کدھر جائیں گے
یا مرادِ محبت ملے گی ہمیں یا پھر ارماں لے کے ہی مر جائیں گے

ہم ہیں گل آشنا، ہم تو ہیں باغباں، ہم سے قائم ہے ساری بہارِ چمن
ہم جو خاطر میں لائے نہ صیاد کو، ہم خزاں سے بھلا کیسے ڈر جائیں گے

ہم نقیبِ خلوص و اسیرِ وفا، ہم نے معیارِ الفت دو بالا کیا
روئیں گے یاد کر کر کے اہل نظر، کارنامے ہم ایسے بھی کر جائیں گے

درد و غم لے کے آخر کہاں جائیں ہم، اہلِ دل کی یہاں کوئی قیمت نہیں
آپ ہی ہاتھ اپنا بڑھا دیجئے، ورنہ تنہا ہی بے راہ بر جائیں گے

راستہ ہے کٹھن، اور سفر پُرخطر، پھر بھی کچھ غم نہیں
اپنا سایہ ہی سمجھیں، گر ساتھ لیں، پھر تو ہم باخبر بے خطر جائیں گے

غنچہ ہائے تبسم، سخن کے گہر، آپ کی ہی نگاہوں کے برق و شرر
ہوش و حیرت کے دامن میں سمٹے ہوئے، ساتھ تاحدِ فکر و نظر جائیں گے

آپ کی اک تجلی کا فیضان ہے، ہیں منور مری روح و قلب و نظر
سوچتا ہوں کہ کیا حشر ہو گا بپا، چار سو جب یہ جلوے بکھر جائیں گے

آپ کی دید ہے حاصلِ زندگی، ہٹنے پائے نہ صورت کبھی آپ کی
ڈوب جائے گا ورنہ مہِ زندگی، وادیٔ موت میں ہم اتر جائیں گے

آپ کو ہے قسم آپ کے حُسن کی، آپ ہر گز نہ مستور ہوں باخدا
آپ کا روئے انور ہے قبلہ نما، سارے سجدے اسی سمت پر جائیں گے

آپ کی اِک توجہ کا اعجاز ہے، آپ کی اک نظر اپنی معراج ہے
ورنہ اس کا تصور بھی ممکن نہ تھا، یوں نگہ سے دو عالم گزر جائیں گے

عقدہ معراج سے بھی یہی حل ہوا، زد میں انساں کی افلاک و آفاق ہیں
کس کو معلوم تھا عرش سے بھی ورا، یوں بشر بلکہ خیرالبشر جائیں گے

میں ہوں بیمار الفت مگر لا دوا، ہے مدینہ میں سویا مسیحا مرا
میری تسکیں نہ ہو گی جہاں میں کہیں، مجھکو لیکر کہاں چارہ گر جائیں گے

❋

جناب محمد اظہر صدیقی دبیر صاحب

منقبت

امیر المومنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم

بطلِ جلیل صاحبِ عظمت معاویہؓ
محبوبِ بارگاہ نبوت معاویہؓ

بے حد حلیم، اہلِ تدبر و باشعور
مثلِ عمرؓ ہیں بارشِ رحمت معاویہؓ

ان کو کہا ہے مہدیٔ امت رسول نے
بے شک امامِ اہلِ ہدایت معاویہؓ

وہ لشکری کہ جن کو نویدِ بہشت ہے
وہ لشکری ہیں زیر قیادت معاویہؓ

قبرص میں دو امام رہے بن کے مقتدیٰ
فخرِ امام رشکِ امامت معاویہؓ

ڈوبا ہوا ہے عرقِ صداقت میں حرف حرف
سرخیلِ کاتبانِ کتابت معاویہؓ

دارالاماں ہے مثلِ حرم آپ کا مکاں
حاصل ہے آپ کو یہ فضیلت معاویہؓ

عام الجماعت آپ کی برکت ہے فیض ہے
ہستی تمہاری دافعِ نفرت معاویہؓ

رکھا تمہیں نے بیعتِ رضوان کا بھرم
لے کر اٹھے قصاص کی دعوت معاویہؓ

بعد از غنیؓ ہیں جن پہ مسلمان متفق
ہے آپ ہی کی ایسی خلافت معاویہؓ

عظمت کا اک ثبوت ہے ایجادِ بحریہ
کرتے ہیں بحر و بر پہ حکومت معاویہؓ

اسلام سے کبھی نہ نبرد آزما ہوئے
کفار کے لئے تھے مصیبت معاویہؓ

تھے معتمد علیہ مرادِ رسول کے
بخشی جنہوں نے تم کو امارت معاویہؓ

آلِ سبا نے پَر جو نکالے ہیں پھر دبیر
دنیا کو پھر ہے تیری ضرورت معاویہؓ

بشکریہ "ماہنامہ شمس الاسلام"
بھیرہ
دسمبر ۱۹۹۵ء

ہاتف زعفرانی

غزل

نقش وفا، طرز جفا بے نظیر ہے
اس شوخ کی ہر ایک ادا بے نظیر ہے
ہوتا نہیں ہے خونِ شہیداں کا ذکر بھی
کہتے ہیں سب کہ رنگِ حنا بے نظیر ہے
اغیار کتخدائے حریمِ چمن بنے
صرصر سے ارتباطِ صبا بے نظیر ہے
اے داعیانِ امن ذرا تم بھی داد دو
اس بت کی سعیٔ فتنہ فزا بے نظیر ہے
فصلِ بہارِ زخم ہوئی ہے فروغ یاب
شہرِ ستم کی آب و ہوا بے نظیر ہے
حرفِ مفاہمت سے بپھرتا ہے اور بھی
ظالم کا خارپشتِ انا بے نظیر ہے
اپنے ہی گھر میں کرنے لگے لوٹ مار ہم
یہ حکمتِ حواس رُبا بے نظیر ہے
اللہ اور اس کے پیمبر کو چھوڑ کر
ہاتف جو ہم نے پائی سزا بے نظیر ہے

❋

سید عطاء المحسن بخاری

غزلِ مسلسل

اس کو مدت بعد بھی دیکھا تو وہ ویسا ہی تھا
زندگی کے تجربوں سے اس نے گو سیکھا بھی تھا
پر بہت سادہ سا تھا خود بدل جاتا نہ تھا
مکرِ تہذیبِ جدید یہ اسے آتا نہ تھا
عہد و میثاقِ قدیم یہ اسے بھولا نہ تھا
وہ پہاڑسی وعظ کو لے میں پھر گانے لگا
انفس و آفاق میں شور سا رہنے لگا

انسٹنٹ
جوھر جوشاندہ
فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی سوزش
کے لیے مفید
صدیوں سے آزمودہ جوشاندہ اب فوری حل ہونے والے
انسٹنٹ جوھر جوشاندہ کی شکل میں۔
خاندان کے ہر فرد کے لیے مفید جوھر جوشاندہ فلو، نزلہ،
زکام کی علامات میں آرام پہنچاتا ہے۔
موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے جوھر جوشاندہ
احتیاطی تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔
ترکیب استعمال: ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ
جوھر جوشاندہ ملائیں اور جوشاندہ تیار
دن میں دو یا تین پیکٹ جوھر جوشاندہ استعمال کریں۔
جوھر
جوشاندہ
JOHAR
JOSHANDA
تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت

سنکارا

صحّت کا سرچشمہ

ہر گھر کے لیے گھر بھر کے لیے

ہمدرد کا نصب العین تعمیرِ صحت ہے۔ بیماریوں سے پاک تندرست معاشرے کے قیام کے لیے ہمدرد نے ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھی ہے۔ آج بھی، جب غذا میں عدم توازن اور فضا میں آلودگی کے باعث انسان کی قوتِ مدافعت متاثر ہو رہی ہے اور زندگی کی تیز رفتاری کے سبب جسمانی توانائی میں کمی کی شکایت عام ہے، ہمدرد اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے توانائی فوراً حاصل کرنے کے لیے نباتی و معدنی مرکب سنکارا پیش کرتا ہے۔

سنکارا صحت بخش مجرب جڑی بوٹیوں اور منتخب معدنی اجزا سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت موثر نباتی و معدنی مرکب ہے جو تیزی سے توانائی بحال کرتا ہے اور صحت برقرار رکھتا ہے۔

ہر موسم میں ہر عمر کے لیے یکساں مفید **سنکارا** نباتی و معدنی مرکب — جو زندگی کو ایک ولولۂ تازہ عطا کرتا ہے

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو! ایک ہو جاؤ!

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت، قائم شدہ: ۱۹۳۴ء، قادیان

بانی: رئیس الاحرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

اٹھارویں سالانہ دو روزہ

شہداءِ ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد احرار ربوہ

۲۱، ۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء بروز جمعرات، جمعہ

زیر سرپرستی:

شیخ المشائخ حضرت مولانا **خواجہ خان محمد** صاحب مدظلہ

زیر صدارت:

قائد تحریک تحفظ ختم نبوت

ابنِ امیر شریعت **سید عطاء المحسن بخاری** مدظلہ

☆ ۲۱ مارچ بروز جمعرات بعد از مغرب۔ مجلسِ مذاکرہ ☆ ۲۲ مارچ بعد نماز فجر، درسِ قرآن کریم

☆ قبل از نماز جمعہ تا عصر۔ علماء، طلباء، وکلاء اور دانشوروں کے بیانات

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ ۲۱۱۵۲۳، ملتان ۵۱۱۹۶۱

لاہور ۵۷۶۲۹۵۴، ۷۵۶۰۴۵۰، چیچاوطنی ۶۱۰۹۵۳-۶۱۱۶۵۷